مدیر مسئول
اصغر علی امام مہدی سلفی
مدیر
عبدالقدوس اطہر نقوی
نائب مدیر: مولانا خورشید عالم مدنی   مدیر اعزازی: مولانا رضاء اللہ عبدالکریم مدنی
مجلس ادارت
مولانا محفوظ الرحمٰن فیضی   مولانا شہاب الدین مدنی   ڈاکٹر سعید احمد مدنی
مولانا اسعد اعظمی   مولانا طٰہٰ سعید خالد مدنی   مولانا انصار زبیر محمدی

اس شمارے میں

درس حدیث ۲
اداریہ ۳
ماہ رجب اور اس میں رائج بدعات ۸
امن کے قیام میں مدارس کے فارغین کا کردار ۱۱
تعداد- انبیاء ورسل اور ہم مسلمانوں کی ذمہ داریاں ۱۴
وقف: مدارس ومساجد کی مستقل آمدنی کا معقول ذریعہ ۱۸
ازدواجی زندگی! ایک دوسرے کے حقوق کو سمجھنے کی ضرورت ۲۱
سلیقۂ اختلاف ۲۳
اسلامی معاشرہ کے چند اصلاح طلب پہلو ۲۶
مرکزی جمعیت کی پریس ریلیز ۲۸
جماعتی خبریں ۲۹
نعت نبی مکرم ۳۰
اعلان داخلہ ۳۱

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے

بدلِ اشتراک
سالانہ ____ ۱۵۰/روپے
فی شمارہ ____ ۷/روپے
پاکستان ____ ۵۰۰/روپے
بلاد عربیہ ودیگر ممالک سے ۳۵ ڈالر یا اس کے مساوی
مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند
اہل حدیث منزل ۴۱۱۶، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی۔ ۱۱۰۰۰۶
ویب سائٹ www.ahlehadees.org
ترجمان ای میل jaridahtarjuman@gmail.com
جمعیت ای میل jamiatahlehadeeshind@hotmail.com

اداریہ

اصغر علی امام مہدی سلفی

حرب وضرب
یا
کرب وبلا

’’تنگ آمد بجنگ آمد‘‘ ایک مقولہ قدیم زمانہ سے بنا ہوا ہے جو لڑنے بھڑنے کے لیے ایک بہانہ بھی ہے۔ اس محاورے کا حقیقت سے چاہے جتنا بڑا رشتہ ہو، لیکن جنگ بہر حال جنگ ہے اور اس کا ایندھن ہمیشہ وہ چیز بنتی ہے جو سب سے زیادہ محبوب، سب سے زیادہ مطلوب اور سب سے زیادہ قیمتی ہوتی ہے۔ انسان، جان اور مال ہتھیلیوں میں لے لے کر نکلتا ہے، لیکن جنگ ہے کہ وہ سب کو اور زیادہ نگلتی جاتی ہے اور ’’ھل من مزید‘‘ کے صدائے بے رحم سے باز نہیں آتی۔ اگر کسی وجہ اپنی خوراک کی کمی محسوس کرتی ہے تو پاگل ہو جاتی ہے اور پھر وہ تباہی مچاتی ہے اور وہ اُپدرو پیدا کرتی ہے کہ الامان والحفیظ۔ اور یہ بھوت اس طرح سوار ہوتا ہے اور اس قدر خونخوار و آتش بار ہو جاتا ہے کہ ستاتا ہی نہیں بلکہ توڑ مروڑ کر کے رکھ دیتا ہے اور عزت وذلت کے سارے پیمانے بدل ڈالتا ہے۔ ان سطور سے آپ یہ غلطی نہ کر بیٹھیں کہ ہم وطن عزیز کے دفاع اور اس کی حفاظت اور دین وایمان، ملک واوطان اور عزت ومال کے تحفظ کے لیے جہاد کی مشروعیت کے منکر ہیں؟ اور اس کی فتح وظفر اور سر بلندی کے سلسلے میں غلط اور منفی سوچ کے شکار بن رہے ہیں؟۔ اگر ایسا ہے تو اپنے وسوسے کا فوراً علاج کیجئے اور کسی کو بیجا الزام نہ دیجئے اور نہ ہی کسی پر تہمت دھریئے کہ یہ بھی ایک پاپ ہے۔ خصوصا ایسے وقت میں کہ دشمن بے رحم ہو، اپنی دہشت گردیوں سے باز نہ آرہا ہو، ہمارے صبر وضبط کے پیمانے لبریز کر چکا ہو اور ہمارے پاس قوت وہمت کی فراوانی بدرجہ اتم ہو تو ان ناگزیر حالات میں بھی دندان شکن جواب دینا اور اینٹ کا جواب پتھر سے دیکر دشمن کو دھول چٹا دینا ضروری ہو جاتا ہے۔ اس لیے ایسے حالات میں ہم اول وآخر بار بار اور ہزار بار یقین دلاتے ہیں کہ ہم اپنے ملک وملت کے دفاع کی خاطر کچھ بھی کر سکتے ہیں۔ ہندوستان زندہ باد- آتنک وادمردہ باد

لہٰذا اپنے ملک کی سالمیت اور حفاظت کے سلسلے میں کسی کے ساتھ کوئی اور کسی طرح کی ادنیٰ رعایت ومروت نہیں روا رکھی جائے۔ یہ ہمارا مطالبہ ہے۔

ان تمام وضاحتوں، یقین دہانیوں اور قربانیوں کے باوجود میں جنگ و

جدل اور ضرب وحرب میں جو کرب و بلا چھپی ہوئی ہے اس کے بیان سے اپنے آپ کو باز رکھنا ملک وملت اور انسانیت کے حق میں نہیں سمجھتا۔ کیونکہ جنگ و جدل اور حرب وضرب انتہائی خطرناک کام ہیں۔ اس سے چوطرفہ تباہی و بربادی آتی ہے، نحوست پھیلتی ہے، نقصانات اور خسارے ہوتے ہیں اور ارواح واموال کا ناقابل تلافی خسارہ ہوتا ہے۔ یوں بھی اتفاق واتحاد اور صلح وآشتی ہر طرح سے رحمت اور باعث برکت وسعادتِ دارین ہے اور اس کے بے شمار فوائد ومنافع ہیں۔ اس سے امن وچین، سکون واطمینان اور خوشگوار وخوش اطوار ماحول اور خوش حال اور مرفہ الحال معاشرہ تشکیل پاتا ہے۔ اس کے برعکس جنگ سراپا زحمت ہے اور اس سے کسی بھی قیمت پر بچنا ہوشمند لوگوں، بالغ نظروں اور عقلمندوں کا وطیرہ ہے۔ قوموں، حکومتوں اور اشخاص وافراد اور قبائل وشعوب کی زندگی میں یہ سب سے زیادہ سیانہ پن، عقلمندی، دانشمندی اور دوراندیشی کی بات مانی جاتی ہے، جب اس کے افراد اور اولیاء الامور اہم سے اہم مسائل اپنی حکمت عملی اور بالغ نظری سے حل کر لیتے ہیں اور سر پر منڈلاتی ہوئی جنگ کو اپنے ناخن تدبیر سے ٹال دیتے ہیں۔ برخلاف ان قوموں کے جو ہمہ وقت ہر معاملے کا حل لڑائی اور معرکہ آرائی میں ڈھونڈتی ہیں اور ادنیٰ ادنیٰ باتوں پر بھی لڑنے مرنے کے لیے تیار رہتی ہیں۔ اسی طرح ان کے یہاں عقل وشعور کی قلت ہوتی ہے، وہ دشمنوں کو زیر کر کے خوش ہوتی ہیں، جشن وطرب میں ڈوب جاتی ہیں اور مغلوب ہو کر مرثیہ خوانی کرتی ہیں۔ دونوں صورتوں میں جو مصائب ومشکلات در پیش ہوتی ہیں ان کی مرارت وکڑواہٹ سے برسہا برس اپنی زندگی کو اجیرن بنائے رکھتی ہیں۔ عرب کا ایک جاہلی شاعر جنگ کی تباہ کاریوں کا نقشہ کھینچ کر عرب کے معروف برسرپیکار قبائل کو قائل کرنے اور صلح وآشتی پر مائل کرنے کے لیے اپنی پوری کوشش صرف کرتا ہے اور بیچ کے منافق یا احمق جو کسی بھی وجہ سے صلح واتحاد کے اس کاز کو نقصان پہنچاتے ہیں اور وہ جو ان کا شکار بنتے ہیں، دونوں کو آڑے ہاتھوں لیتے ہوئے ان کی ناعاقبت اندیشیوں کو یوں برہنہ کرتا ہے:

تدارکتما عبسا وذبیان بعد ما
تفانوا ودقوا بینهم عطر منشم
وما الحرب الا ما علمتم وذقتم
وما هو عنها بالحديث المرجم
متى تبعثوها تبعثوها ذميمة
وتضرى إذا ضريتموها فتضرم
فتعرككم عرك الرحى بثفالها
وتلقح كشافا ثم تنتج فتتئم
فتنتج لكم غلمان أشأم كلهم
كأحمر عاد ثم ترضع فتفطم
فتغلل لكم ما لا تغل لأهلها
قرى بالعراق من قفيز ودرهم

''تم دونوں نے عبس وذبیان کی حالت اس کے بعد درست کی کہ وہ آپس میں کٹ مرے تھے اور منشم (نامی عورت) کا عطر آپس میں مل لیا تھا۔ اور لڑائی وہ شے ہے جس کو تم جان چکے ہو اور اس کا مزہ چکھ چکے ہو۔ یہ بات لڑائی کے بارے میں اٹکل پچو نہیں ہے، جب بھی تم اس کو برانگیختہ کرو گے تو اس حال میں برانگیختہ کرو گے کہ وہ قابل مذمت ہوگی اور جب اس کو اکساؤ گے تو اس کی حرص سخت ہوگی پھر وہ بھڑک جائے گی۔ پھر وہ تمہیں اپنے نچلے پاٹ سے پیس کر رکھ دے گی۔ اور لڑائی ہر سال حاملہ ہوگی پھر بچے جنے گی تو جڑواں بچے جنے گی۔ اس سے تمہارے لئے ایسے بچے جنے جائیں گے جو سب قوم عاد کے احمر کی طرح (منحوس) ہوں گے پھر وہ انہیں دودھ پلائے گی پھر دودھ چھڑائے گی۔ پھر وہ لڑائی تمہیں اس قدر پیداوار دے گی (یعنی اس کے بھیانک نتائج اتنے زبردست ہوں گے) کہ جس قدر عراق کی بستیاں قفیز ودرہم کی پیداوار اپنے مالکوں کو نہیں دیتیں''۔

اور کسی نے کیا خوب کہا ہے:

ارى خلل الرماد وميض جمر
فيوشك ان يكون لها ضرام
فان النار بالعيدان تذكى
وان الحرب اولها كلام
فان لم يطفها عقلاء قوم
يكون وقودها جثث وهام

''میں راکھ کے اندر انگاروں کی چمک دیکھ رہا ہوں، قریب ہے کہ وہ بھڑک اٹھیں۔ آگ تو لکڑیوں سے جلائی جاتی ہے لیکن جنگ کی ابتدا گفتگو سے ہوتی ہے۔ اگر اسے قوم کے عقلمندوں نے بجھایا نہیں تو اس کا ایندھن (انسانی) ڈھانچے اور کھوپڑیاں ہوں گی''۔

دنیا کی بہت سی جنگیں خواہ وہ افراد یا جماعت کی ہوں اور خواہ اس کا کسی

نے بحیثیت اولی الامر کے حکم دیا ہو یا اس کی نجی اور شخصی توجیہ پیش کی ہو وہ عظیم جنگوں کا پیش خیمہ ثابت ہوئی ہیں۔ آج کے دور میں جبکہ سب سے موثر بات میڈیا کی ہے۔ ہر کس و ناکس، چھوٹا بڑا سب میڈیا اور اعلام کا غلام بننے، یا کم از کم اس کا دلدادہ اور رسیا ہونے کی وجہ سے اس سے متاثر و مسحور ہے۔ اس لیے اس میڈیا کے دور میں سب سے زیادہ ذرائع ابلاغ سے متعلق لوگوں کی ہی ذمہ داری بنتی ہے کہ ملک وملت اور انسانیت کے تئیں ایسا انداز اختیار نہ کریں جس سے پوری قوم جنگ وجدال پر آمادہ نظر آئے اور دشمنوں کے خیموں میں کھلبلی وہیجان بلکہ اشتعال برپا ہو۔ کیونکہ ان کی ادنیٰ غفلت یا ٹی آر پی بڑھانے کی ہوڑ میں قومی وانسانی مفادات کو نظر انداز کر کے بات بات پر سنسنی پیدا کرنے کی کوشش سے پوری قوم بلکہ دیگر اقوام کے میدان جنگ میں کود جانے کا خطرہ پیدا ہو جاتا ہے۔ اور یہ تو عالم آشکارا ہے کہ ایسے مواقع پر پروپیگنڈوں اور افواہوں کا بازار گرم کرنے اور بات کا بتنگڑ اور تل کا تاڑ بنانے والے کثرت سے وجود میں آجاتے ہیں۔ پھر معاملہ اس قدر پیچیدہ، ملتبس، گنجلک اور گمبھیر ہو جاتا ہے کہ بڑے سے بڑے عقلاء وقت اور حکماء زمانہ کی عقلیں کام نہیں کرتیں، ان کی دور اندیشی طاق نسیاں کی زینت بن جاتی ہے، عقل وخرد حیراں رہ جاتی ہے اور انسان حیران وششدر اور دنگ رہ جاتا ہے۔ کیونکہ پوری قوم میں سے ایک ادنیٰ شخص اگر حماقت کر بیٹھے تو اس کا خمیازہ برسہا برس تک پوری قوم کو جھیلنا پڑتا ہے۔ اور ادنیٰ واعلیٰ کی تمیز اور چھوٹے بڑے کی وقعت وحیثیت ختم ہو جاتی ہے:

چوں از قومے یکے بے دانشی کرد
نہ کہہ را منزلت ماند نہ مہ را

اِسی لیے شریعت اسلامیہ میں بڑی تاکید ہے کہ معاملات اولیاء الامور اپنے ہاتھ میں رکھیں اور ہر معاملے کو عوام کے سپرد نہ کردیں۔ اگر ارباب حل وعقد، اصحاب شوریٰ اور اہل دانش وبینش کے سپرد اس درپیش معاملہ کو کردیا جائے اور پوری دنیا میں ہر انفرادی جدوجہد اور ہر شخصی کدو کاوش کے علاوہ اجتماعی اور مشاورتی مجالس کے بعد کسی نتیجے پر پہنچا جائے تو یہی بات قرین انصاف اور لائق حال اور مفید وبرمحل ہوگی۔ ان کی سنجیدگی، فکرمندی، تجربہ کاری، دوراندیشی اور مستقل مزاجی کسی ہنگامی، عجلت پسندی اور کسی طرح کے خوف وگھبراہٹ یا جوش وطیش کا شکار نہیں ہونے دے گی۔ اور وہ کسی بھی نتیجے پر پہنچیں وہ گہری سوچ وسمجھ، غور وفکر، جانچ پڑتال، چھان بین اور تحقیق وتبیین کے بعد ہی ہوگا۔

ان تمام سلبیات اور منفی اثرات سے بچ کر اس طرح کا فیصلہ اور اقدام نہ افواہوں اور پروپیگنڈوں کی پاداش میں ہوگا اور نہ ہی حالات کے جبر میں اور نہ ہی دشمن کے ورغلانے اور نہ مفت کے بہی خواہوں اور ہمدردوں و مددگاروں کے بل بوتے پر ہوگا۔ نہ ہی اپنی طاقت کے نشے اور قوت کے غرور اور گھمنڈ میں چور ہو کر اور نہ دشمن کو کمزور وناتواں گردانننے کے زعم میں کوئی قدم اُٹھے گا۔

اللہ کے پیارے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم حق الیقین اور عین الیقین کی حد تک حق پر تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو شہادت حق کے لیے مبعوث فرمایا تھا اور اس کے مقابلے میں جو بھی تھے وہ سراسر باطل پر تھے۔ آپ کے ایمان وایقان اور قوت واعتماد کا عالم یہ ہے کہ ساری امت کا ایمان واعتماد اللہ کی فتح ونصرت پر ایک طرف اور آپ کا اکیلے ایک طرف، دونوں میں موازنہ ومقابلہ کی سوچ بھی کارعبث اور گستاخی ہے۔ پھر آپ اپنے اصحاب کو جو انبیائے کرام علیہم الصلوۃ والسلام کے بعد سب سے افضل تھے ان کو صاف تعلیم فرماتے اور متنبہ کرتے رہتے کہ دیکھو دشمن کی بھڑنٹ اور مقابلے کی آرزو اور تمنا مت کیا کرو۔ بلکہ اپنی حقانیت، طاقت اور قوت ونصرت کے یقین کے باوجود اللہ جل شانہ سے عافیت طلب کرتے رہو کہ مبادا کسی دشمن سے سابقہ پڑنے کی آزمائش سے دوچار ہو جاؤ۔ البتہ جب دشمن سے سامنا ہو جائے تو پوری ثبات قدمی سے جٹے رہو تا آنکہ ''حَتّٰى تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا'' (محمد:۴) جنگ اپنے منطقی انجام کو پہنچ جائے۔ ''یا ایها الناس لا تتمنوا لقاء العدو، واسئلوا الله العافية، فاذا لقيتم فاثبتوا'' (صحیح مسلم) ''اے لوگو! دشمن سے مقابلہ اور معرکہ آرائی کی تمنا مت کرو اور اللہ تعالیٰ سے عافیت طلب کرو اور جب دشمن سے (تمہارے نہ چاہتے ہوئے بھی) مڈبھیڑ ہو جائے تو ڈٹ جاؤ''۔

ایک ذمہ دار مملکت کے لیے بہر حال اپنے اصحاب اور وزراء کی باتوں کو سنجیدگی سے سننا ضروری ہے۔ ان سے مشورہ لینا ایک ذمہ دار اور عہدیدار کا حق اور فرض ہے۔ فوجیوں کو بھی صورتحال سے آگاہ کرنا اور اس نئی افتاد اور سچویشن سے باخبر ہونا نہایت ضروری ہے۔ اگرچہ وہ ساز وسامان اور عدد اور مطلوبہ معیار اور اسلحہ سے لیس ہوں اور ایماندارانہ اور پوری متانت اور اعتماد کے ساتھ معرکہ آرائی کے لیے مستعد اور تیار ہوں پھر بھی ایک ذمہ دار کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ حرب وضرب جیسے اہم ترین مسئلہ کے تمام پہلوؤں خصوصا اس کی سنگینی اور ہولناکی کو سامنے رکھ کر فیصلہ کرے، صرف اہل شوریٰ کی رائے اور مشورے کے مرہون منت اور دست نگر نہ رہے بلکہ آخری فیصلہ وہ خود ان تمام آراء اور حالات کو سامنے رکھ کر کرے کہ حرب وضرب بچوں کا کھیل اور ادنیٰ نفع ونقصان کا سودا نہیں ہے۔

اگر واقعی صورتحال سنگین ہوجائے، دشمن ناک میں دم کردے، اور بات چیت کے ذریعہ دشمن کو شرانگیزی، دہشت گردی اور فتنہ وفساد سے روکنے کی ساری کوششیں ناکام ہوجائیں اور جنگ کے سارے اسباب ومبررات یکجا ہوجائیں پھر بھی اگر قومی سلامتی پر حرف آئے بغیر جنگ ٹل سکتی ہو تو اس کو ٹال دینا چاہئے۔ کیوں کہ یہی قوموں، ملکوں اور انسانیت کے مفاد میں ہے۔ جنگ مسئلہ کا حل نہیں ہوتی بلکہ اکثر اوقات اس کی وجہ سے ان گنت سماجی، سیاسی، اخلاقی، معاشی اور معاشرتی مسائل پیدا ہوتے ہیں۔ تاریخ وتجربہ سے ہمیں یہی سبق ملتا ہے۔

بلکہ حق تو یہ ہے کہ جس طریقے سے بعض اقوام عالم، سوداگران حرب و ضرب اور تاجران اسلحہ وآلات دوسری قوموں کو آپس میں الجھا کر حرب وضرب اور کرب و بلا میں مبتلا کر کے اپنے موجودہ اور فرسودہ ہتھیاروں کی سپلائی، فروختگی اور بزنس کے ذریعہ کھربوں ڈالر کماتی ہیں، اپنی اقتصادی حالت کو سدھارتی اور مضبوط و مستحکم کرتی ہیں اور دوستی اور ہمدردی کا احسان بھی اوپر سے دھرتی ہیں اور ہم اس دلدل میں گلے تک دھنسنے اور پھنسنے کے باوجود پھولے نہیں سماتے۔ اور اس طرح سے وہ اقوام عالم کی اقتصادی ومعاشی اور ہر طرح کی ذلت ومسکنت میں اضافہ کرتی چلی جاتی ہیں۔ کیا ایسے وقت میں ان ملکوں کو جنگ وحرب میں الجھنے، مرنے اور مارنے کے بجائے اپنی پالیسی میں قدرے تبدیلی لاتے ہوئے بلا احساس کمتری اور بغیر ادنیٰ احساسِ ضعف واضمحلال ایسا طریقہ اپنانا چاہئے جس سے بلا کسی آویزش اور معرکہ آرائی کے بات بن جائے یا سانپ بھی مرجائے اور لاٹھی کے ٹوٹنے کی نوبت ہی نہ آئے۔ جس طرح کی سیاست اور سفارت ہم نے بارہا ماضی میں دیکھی اور سنی ہے جس میں مختلف ملکوں کے درمیان سمجھوتے اور مختلف تبادلۂ خیال بھی ہیں اور اس میں صاحب بن عباد کی ''کتاب عن کتائب'' بھی ہے۔ جس میں ایک نامہ وپیغام نے بہت سے لشکروں کو مات دے دیا تھا۔ خود ہمارے مہان بھارت میں بھی بعض مواقع ایسے آئے کہ ہمارے بعض ذمہ داروں نے اچانک دستک دے کر دشمن کے ذریعہ الاپے جارہے سارے جنگی راگ کو ہی بند نہیں کیا بلکہ جنگ وجدل کی ساری آگ بھی بجھادی تھی۔

بلقیس ملکۂ سبا جو ایک مہذب، مضبوط، مالدار اور عظیم سلطنت اور حکومت کی مالک اور سربراہ تھی۔ اور اس کو ہر طرح کی شان وشوکتِ خسروانہ، عظمت وسطوت کشورانہ، اعلیٰ تمدنی وتہذیبی اسباب زمانہ، ہر طرح کے آلات حرب وضربِ معاصرانہ، عصری تقاضوں اور خوبیوں سے لیس فوج اور لاؤ ولشکر، سامانِ عیش و طرب کی فراوانی، دولت وثروت اور کروفر شاہانہ حاصل ومیسر تھا۔ ''وَاُوْتِيَتْ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ وَّلَهَا عَرْشٌ عَظِيْمٌ'' (النمل:۲۳) ''جسے ہر قسم کی چیز سے کچھ نہ کچھ دیا گیا ہے اور اس کا تخت بھی بڑی عظمت والا ہے''۔

مفسرین ومورخین کے بقول سیدنا سلیمان علیہ السلام کا حکم یہی نہیں تھا کہ اس کے عظمت نشان تخت وتاج کو حاضر کیا جائے بلکہ ان کے حکم کے بموجب ضروری تھا کہ ملکہ بذات خود بلا چوں وچرا حکم کی بجاآوری کرنے لگ جائے، یا توموحد بن کر حاضر خدمت ہو، یا تکبر وگھمنڈ کو بالائے طاق رکھ کر حاضری دے یا پوری اطاعت گذاری اور فرماں برداری بجالاتے ہوئے دربار میں حاضری لگائے۔ ذرا پورے ہوش وحواس کے ساتھ پڑھیے اور گوش دل سے سنیے ''اِنَّهٗ مِنْ سُلَيْمٰنَ وَاِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔اَلَّا تَعْلُوْا عَلَيَّ وَاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ'' ۔(النمل:۳۰-۳۱) ''جو سلیمان کی طرف سے ہے اور جو بخشش کرنے والے مہربان اللہ کے نام سے شروع ہے۔ یہ کہ تم میرے سامنے سرکشی نہ کرو اور مسلمان وفرماں بردار بن کر میرے پاس آجاؤ''۔

اس سفارتی پیغام کو پڑھو کہ کس طرح مرسل الیہا ملکہ بلقیس واقعتاً ایک لیڈی ہونے کے باوجود صرف یہی نہیں کہ وہ پورے سفارتی اور ڈپلومیسی آداب واخلاق کا پاس ولحاظ رکھتے ہوئے کسی اشتعال یا پھر طیش اور جذباتیت کا شکار ہوئے بغیر اس خط کو پورے اکرام واعزاز کے ساتھ لیتی ہے بلکہ وہ تمام اہل حل و عقد، روساء قوم اور وزراء کابینہ کو جمع کرتی ہے اور کہتی ہے کہ ''يٰۤاَيُّهَا الْمَلَؤُا اِنِّيْۤ اُلْقِيَ اِلَيَّ كِتٰبٌ كَرِيْمٌ'' (النمل:۲۹) ''اے سردارو! میری طرف ایک باوقعت خط ڈالا گیا ہے''۔ تم ذرا غور کرو کہ ملکۂ سبا اپنے وزراء واعیان مملکت کے سامنے ایک معزز پیغام اور نامہ وپیام کی بات کررہی ہے۔ حالانکہ وہ صرف یہی نہیں کہ ایک شان اور طنطنہ کی خاتون تھی بلکہ وہ ملکہ، کوئین اور ایک عظیم قوم یعنی حمیر ان یمن میں سے قوی ترین حکمراں تھی۔ اس نے نوشیرواں کی طرح جوش غضب میں اس نامہ کو چاک کر کے ردی کی ٹوکری میں نہیں ڈال دیا جیسا کہ نامہ مبارک نبوی کے ساتھ نوشیرواں نے اپنی مجوسی وعجمی سلطنت کے غرور وتکبر اور نشے میں اور اپنی دیرینہ روایت کے مطابق عربوں کی تحقیر وتذلیل کرتے ہوئے کیا تھا۔ پھر ایک ذمہ دار شہری ہی نہیں ایک ذمہ دار شہر ومملکت کے وطیرہ، سمجھداری ومعقولیت کو ملاحظہ کرو کہ نئی سچویشن سے دوچار ہونے کے بعد وہ کمالِ سنجیدگی سے اس معاملے کو لیتی ہے اور اپنی قوم، حکومت، عوام، دوست، اعوان وانصار اور اپوزیشن کو اعتماد میں لیتے ہوئے کہتی ہے ''قَالَتْ يٰۤاَيُّهَا الْمَلَؤُا اَفْتُوْنِيْ فِيْۤ اَمْرِيْ، مَا كُنْتُ قَاطِعَةً اَمْرًا حَتّٰى

تَشْهَدُوْنِ (النمل: ۳۲) ''اس نے کہا اے میرے سردارو! تم میرے اس معاملے میں مجھے صاف صاف مشورہ دو، میں کسی امر کا قطعی فیصلہ جب تک تمہاری موجودگی اور رائے نہ ہو نہیں کیا کرتی''۔

آپ نے ملاحظہ فرمالیا کہ وہ کس شان کی ملکہ تھی اور کس قدر ترقی یافتہ تھی اور قوت وطاقت اور مال ودولت کے کس اعلیٰ مقام پر فائز تھی؟ ساتھ ہی اس کے فوجی، اس کی قوم کے سردار، اس کے وزراء ومشیر کار اور کابینہ کے اندر کس قدر جوش، یکجہتی اور جذبہ وقوت کی کارفرمائی تھی؟۔ وہ بھی ملاحظہ فرمائیں'' قَالُوْا نَحْنُ اُولُوْا قُوَّةٍ وَّ اُولُوْا بَاْسٍ شَدِیْد، وَّالْاَمْرُ اِلَیْکِ فَانْظُرِیْ مَاذَا تَاْمُرِیْنَ (النمل: ۳۳) ''ان سب نے جواب دیا کہ ہم طاقت، قوت، اسلحہ والے اور سخت لڑنے بھڑنے والے ہیں۔ آگے آپ کو اختیار ہے، آپ خود ہی سوچ لیجئے کہ ہمیں آپ کیا کچھ حکم فرماتی ہیں''۔

لیکن ان تمام یقین دہانیوں اور مظاہرۂ قوت وسطوت کے باوجود سنجیدگی اور حرب وضرب کے عواقب پر نظر رکھتے ہوئے کابینہ اور فوج نے صاف صاف مخلصانہ اور امانت دارانہ ''المستشار مؤتمن'' کے مصداق آخری فیصلے کو اپنے دوراندیش قائد اور سنجیدہ رہنما کے سپرد کردیا۔ مجھے آج کے ترقی یافتہ، مہذب اور تعلیم یافتہ زمانے میں تعجب ہوتا ہے کہ ماضی کے ان حقائق کو ماقبل التاریخ کا زمانہ باور کرانے والے یہ تہذیب وتمدن کے علمبردار کیسے ادنیٰ ادنیٰ باتوں پر کئی کئی عالمی جنگیں، علاقائی لڑائیاں، مذہبی معرکہ آرائیاں، جغرافیائی جنگجوئیاں اور محاذ آرائیاں کرتے ہوئے نہیں شرماتے۔ ذرا غور کرو! جس دور کو تم نے ماقبل التاریخ قرار دے کر عام حیوانوں سے تشبیہ دے کر چھوڑ دیا تھا اس کی فکر وفہم، مشاورت، سیاست، ڈپلومیسی، ڈسپلن، تہذیب واخلاق، اصول پسندی اور انسانیت نوازی کا کیا حال ہے۔؟'' قَالَتْ اِنَّ الْمُلُوْکَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْیَةً اَفْسَدُوْهَا وَجَعَلُوْٓا اَعِزَّةَ اَهْلِهَآ اَذِلَّةً، وَکَذٰلِکَ یَفْعَلُوْنَ (النمل: ۳۴) ''اس نے کہا کہ بادشاہ جب کسی بستی میں طاقت کے ذریعہ سے فتح کرتے ہوئے گھستے ہیں تو اسے اجاڑ دیتے ہیں اور وہاں کے باعزت لوگوں کو (قتل وغارت گری کرکے اور قیدی بنا کر) ذلیل کردیتے ہیں اور یہ لوگ بھی ایسا ہی کریں گے۔''

دراصل تم اگر غور کروگے تو اسی قدیم زمانہ میں صلح وآشتی، انسانیت نوازی، ادنیٰ خلق خدا کے جان ومکان کی پاسداری اور دلداری کے محیر العقول حقائق سامنے آئیں گے۔ جیسا کہ ''وادی النمل'' چیونٹیوں کی آبادی سے گذرتے ہوئے سلیمان علیہ السلام کے لشکر کے ساتھ پیش آیا تھا۔

آپ نے اوپر بخوبی ملاحظہ کرلیا کہ وہ ملکہ سبا درپیش سچویشن میں اپنے اعوان وانصار اور اپوزیشن کو کسی بھڑ ے اور خوش فہمی میں مبتلا کرنے اور کسی جھنجھٹ میں پڑے رہنے کے بجائے کس طرح صاف صاف یقینی امر پر روشنی ڈالتی ہے اور اندرونی اور بیرونی حالات پر مکمل نظر ہونے کے باوجود نتائج و عواقب سے ادنیٰ صرف نظر نہ کرکے وہ سراپا انجام کار کو تاڑ اور پرکھ کر آخری بات سنا دیتی ہے۔ یہ پرواہ کئے بغیر کہ دنیا ایک صنف نازک اور کمزور خاتون کے نام پر کیا چہ می گوئیاں کرے گی۔ اسے بعض ناعاقبت اندیشانِ ملک ومملکت حکومت اور عورت کی کمزوری سمجھ لینے کی بھیانک غلطی کر بیٹھیں گے۔ بعض ڈر جانے اور خوف کھانے کے طعنے دیں گے۔ اور جتنے منہ اتنی باتیں ہوں گی۔ ایسے میں دھاڑتے، للکارتے، دندناتے اور طنطناتے نہ رہے تو ہماری قوم اور عوام ہم کو کس نام سے پکارے گی اور کیا محسوس کرے گی؟۔ ان سب باتوں کا زیادہ خیال کئے بغیر ملک وملت اور وشو اور عالم کے تناظر میں منظر اور پس منظر کو ملحوظ خاطر رکھنا ایک ذمہ دار کی اہم ذمہ داری اور فریضہ ہوتا ہے۔ خصوصا ایسے وقت میں جب بیرونی منافقین وموافقین کا حال ہمارے سامنے ہے۔ بڑی طاقتوں کی شعبدہ بازی، پینترا بازی اور چالبازی ڈھکی چھپی نہیں ہے۔ روس جیسی قوتِ عظیم کو افغانستان جیسے فقیر ملک کے ذریعہ کیسے دھول چٹوا دیا پھر سوویت یونین جیسے طاقت ور اور ترقی یافتہ سپر پاور ملک کو ذلت کے ساتھ پسپائی پر مجبور کردینے والے آٹھوں افغانی حکومتی عسا کر کو مٹھی بھر اور بے پیندی کے لوٹے دہشت گردوں نے کیسے گھاٹ گھاٹ کا پانی پینے پر مجبور کردیا۔ پھر ان دہشت گردوں کو کس طاقت نے تورا بورا جیسی گپھاؤں اور غاروں میں چھپے پھرنے کے باوجود کیفر کردار تک پہنچا دیا۔ اور وہ اپنی جمعیت تو دور کی بات ہے وہ اپنی جان بھی نہ بچا سکے۔ پھر یہی دہشت گرد آدھی عرب دنیا اور عالم اسلام کو نیست ونابود کرنے کے بعد بھی اپنا ہوا کھڑا کئے ہوئے ہیں یا ان کو ڈرامہ کے ہیرو کی طرح ہوا کھڑا کرتے رہنے کے لیے زندہ کیوں اور کیسے رکھا گیا ہے۔؟ قبل اس کے کہ ان ڈراموں کو دیکھتے دیکھتے بقیہ ایشیائی ممالک اس کے سین اور کردار بن جائیں اور بہتوں کی طرح سامانِ عبرت وموعظت ٹھہریں۔ عقل و ہوش کے ناخن لینے اور روز بروز تغیر پذیر حالات واوضاع اور تاریخ اقوام وملل سے سبق لینے کی ضرورت ہے۔

☆☆☆

عبدالمنان شکراوی، اہل حدیث منزل، دہلی

ماہ رجب اور اس میں رائج بدعات

اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے۔ زندگی گذارنے کے لئے جن باتوں کی بھی ضرورت ہے واضح الفاظ میں ان کی جانب اس میں رہنمائی کردی گئی ہے۔ پھر وہ چاہے عقائد کا معاملہ ہو یا عبادات کا، معاملات ہوں یا اقتصادیات، سماجیات سے تعلق ہو یا سیاسیات سے الغرض زندگی کے تمام گوشوں کی پوری وضاحت اور رہنمائی اس میں موجود ہے۔ اپنے حقیقی مالک و پروردگار کو کن اعمال کے ذریعہ خوش کیا جاسکتا ہے اور اس کا حقیقی تقرب حاصل کرکے دنیا و آخرت کی بھلائی حاصل کی جاسکتی ہے، اسے شریعت میں تشنہ نہیں چھوڑا گیا ہے۔ ان سب امور کی شریعت میں پوری حد بندی کردی گئی ہے۔ لہٰذا اس کے بعد اس میں کسی کو بھی نہ کم کرنے کا اختیار ہے اور نہ زیادہ کرنے کا۔ کمی کریں گے تو کوتاہی کے مجرم، زیادتی کی جائے گی تو حد سے تجاوز کے مجرم۔ اس لئے اس بات پر بہت زور دیا گیا ہے کہ حد کے اندر رہ کر زندگی گذاری جائے ورنہ تمام اعمال اکارت و رائیگاں ہوجائیں گے۔

ایک شخص امام مالک رحمہ اللہ کے پاس آیا اور پوچھنے لگا کہ میں احرام کہاں سے باندھوں آپ نے بتایا کہ ذی الحلیفہ سے جہاں سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام باندھا۔ اس نے کہا کہ میں مسجد نبوی، اللہ کے رسول کی قبر سے احرام باندھنا چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا ایسا نہ کرو ورنہ مجھے ڈر ہے کہ تم فتنے میں مبتلا ہوجاؤ گے۔ اس نے کہا اس میں فتنہ کی کیا بات ہے؟ میں چند میل کا اضافہ ہی تو کررہا ہوں۔ امام مالک رحمہ اللہ نے جواب دیا: اس سے بڑا فتنہ اور کیا ہوسکتا ہے کہ تم یہ سمجھو کہ میں نے وہ فضیلت حاصل کرلی جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کوتاہی کی۔ میں نے اللہ کا فرمان سنا ہے: فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (النور:٦٣) ترجمہ: جو لوگ رسول کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں انہیں ڈرتے رہنا چاہیے کہ کہیں ان پر کوئی زبردست آفت نہ آپڑے یا انہیں دردناک عذاب (نہ) پہنچے۔" صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، تابعین و تبع تابعین، ائمہ کرام رحمہم اللہ کا دینی امور و معاملات کو سمجھنے کا یہی انداز تھا۔ وہ دینی امور میں کسی بھی کمی و بیشی کو جائز نہیں سمجھتے تھے۔

سال کے بارہ مہینوں میں چار مہینے حرمت والے ہیں، محرم الحرام، رجب، ذی القعدہ اور ذی الحجہ۔ انہیں حرمت والے مہینے اس لئے کہا گیا ہے کیونکہ ان کی عزت و احترام دیگر مہینوں کے مقابلے میں زیادہ ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ مِنْهَآ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ (التوبۃ:٣٦) ترجمہ: "مہینوں کی گنتی اللہ کے نزدیک کتاب اللہ میں بارہ کی ہے، اسی دن سے جب سے آسمان و زمین کو اس نے پیدا کیا ہے، ان میں سے چار حرمت و ادب کے ہیں۔" لہٰذا ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ شریعت نے جو احکام ان مہینوں کے متعین کئے ہیں ان کا خاص خیال رکھا جائے اور ان میں کسی بھی قسم کی زیادتی و بیشی نہ کی جائے۔ اپنی طرف سے ان مہینوں میں کسی بھی قسم کی عبادت یا اللہ کو خوش کرنے کا کوئی ایسا عمل خصوصیت کے ساتھ نہ انجام دیا جائے جس کا شریعت میں ثبوت نہ ہو۔

قرآن کریم کی آیت کریمہ "اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ" (آج ہم نے دین کو مکمل کردیا) نازل ہوجانے کے بعد دین مکمل ہوگیا۔ اس کے بعد دینی امور میں اپنی طرف سے کچھ اضافہ کرنا بہت ہی سنگین جرم ہے۔ بعد کے زمانے میں کچھ لوگوں نے خاص مواقع پر خاص دینی امور ایجاد کرلئے جس کی شریعت میں قطعی اجازت نہیں تھی۔ اسی طرح بعض مہینوں اور دنوں میں بھی اپنی طرف سے کچھ اعمال خاص کرلئے۔ اسی طرح ماہ رجب سے متعلق بھی کچھ خود ساختہ عبادتیں رائج کردی گئیں جن کا ذکر مختصراً یہاں کیا جارہا ہے:

۱۔ **روزہ رکھنا**: زمانۂ جاہلیت میں مشرکین ماہ رجب کی بڑی عزت و تعظیم کیا کرتے تھے اور اس ماہ میں خاص طور پر روزہ رکھتے تھے۔ خیر القرون کے بعد کچھ لوگوں نے اسلام میں بھی زمانۂ جاہلیت کی روایت کو جاری و ساری کرنے کی کوشش کی اور اس کو رواج دیا جبکہ بقول شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ ماہ رجب میں روزہ سے متعلق ساری کی ساری حدیثیں ضعیف بلکہ موضوع ہیں۔ اہل علم نے کسی کو بھی لائق اعتماد نہیں سمجھا۔ وہ حدیثیں صرف ضعیف ہی نہیں جن سے بعض لوگ فضائل میں استنباط کرتے ہیں بلکہ سراسر جھوٹ و من گھڑت ہیں۔ انہوں نے یہاں تک کہہ دیا کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے صحیح سند کے ساتھ ثابت ہے کہ وہ رجب کے نام پر جو لوگ کھانا کھاتے تھے، ان کے ہاتھوں پر ہی مارتے تھے۔ نیز فرماتے کہ اس مہینے کو رمضان کے مشابہ نہ قرار دو۔ یہ بھی فرماتے کہ زمانہ جاہلیت میں لوگ بطور تعظیم ایسا کرتے تھے لیکن اسلام آیا تو اسے ترک کردیا گیا۔

۲۔ **صلوۃ الرغائب**: بعض لوگ ماہ رجب میں ایک خاص نماز عجیب انداز میں پڑھتے ہیں جس کا نام وہ صلاۃ الرغائب رکھتے ہیں۔ وہ اسے جمعہ کی رات کے پہلے حصے میں مغرب اور عشاء کے درمیان ادا کرتے ہیں جس کے بدعت ہونے

پر تمام اہل علم کا اتفاق ہے اور چوتھی صدی ہجری کے بعد لوگوں میں اس کا رواج پڑا۔امام نووی رحمہ اللہ سے صلوۃ الرغائب کے بارے میں سوال کیا گیا کہ کیا یہ سنت اور اس کی ادائیگی کی کوئی فضیلت ہے یا یہ بدعت ہے؟ تو فرمایا:''یہ بہت ہی خراب بدعت ہے اور بہت سی خرابیوں پر مشتمل ہے جس کا چھوڑنا،اس سے منہ پھیرنا اور اس کے مرتکب پر نکیر کرنا طے ہے۔بہت سے ملکوں میں اس کا رواج ہے نیز امام غزالی کی کتاب''احیاء علوم الدین'' ودیگر کتابوں میں اس کا ذکر ہے اس سب سے قطعاً دھوکا نہیں کھانا چاہئے۔بلاشبہ یہ ایک باطل بدعت ہے اور بدعت کے بارے میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے:**من احدث فی دیننا ما لیس منه فهو رد.**(جوکوئی ہمارے دین میں ایسی نئی چیز پیدا کرے جو اس میں نہیں ہے تو وہ مردود ہے۔)نیز صحیح حدیث میں ہے:**من عمل عملا لیس علیه امرنا فهو رد** (جو کوئی ایسا کام کرے جس کے سلسلے میں ہمارا حکم نہیں آیا ہے تو وہ مردود ہے)اور صحیح مسلم میں ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:**کل بدعة ضلالة** (ہرنئی چیز جو ثواب کی نیت سے دین میں شامل کی جائے گمراہی ہے۔)اللہ تبارک وتعالیٰ کا یہ بھی حکم ہے کہ اگر کسی مسئلہ میں کوئی نزاع یا جھگڑا ہوجائے تو قرآن کریم اور حدیث شریف کی طرف رجوع کیا جائے۔چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:**فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ** (تم کسی چیز کے بارے میں جھگڑنے لگو تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لے جاؤ اگر اللہ اور آخرت کے دن پر تمہارا ایمان ہے۔)اس میں اللہ تعالیٰ نے جاہلوں اور نادانوں کی اتباع وپیروی کا حکم نہیں دیا ہے اور نہ ہی غلطی پر ہونے والوں کی غلطیوں سے دھوکہ کھانے کا حکم دیا ہے۔''دیگر علماء کا بھی اس سلسلہ میں واضح موقف ہے اور اس کے بدعت ہونے میں بے شمار اقوال ووضاحتیں ہیں جس کی تفصیل طوالت کا باعث ہوگی۔لہٰذا اسی پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

۲۔**زیارت مدینه طیبه**:بعض لوگ اس مہینے میں مدینہ طیبہ کی زیارت کرنے جاتے ہیں اور اسے رجبیہ کا نام دیتے ہیں۔ان کا خیال ہے کہ یہ سنت ہے جبکہ اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔مسجد نبوی کا قصد تو کبھی بھی کیا جاسکتا ہے،کسی خاص مہینے یا دن کو اس کے لئے خاص کرنا اس کی دلیل ہونی چاہئے،اس کا کہیں کوئی ثبوت نہیں ہے۔لہٰذا اسے سنت قرار دینا اور اسے اللہ کی قربت کا ذریعہ سمجھنا درست نہیں ہے۔

۳۔**محفلیں منعقد کرنا**:ماہ رجب کی ستائیسویں شب میں بعض لوگ محفلیں منعقد کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ یہی اسراء ومعراج کی رات ہے۔اس رات میں کلام پیش کئے جاتے ہیں،ترانے اور قصیدے پڑھے جاتے ہیں جس کا خیرالقرون میں کوئی رواج نہ تھا۔امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:''مسلمانوں میں سے کسی سے بھی یہ ثابت نہیں ہے کہ شب معراج کی کوئی فضیلت ہو یا اس رات کو دیگر راتوں پر کوئی افضلیت حاصل ہو۔صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے کسی نے بھی اس رات میں خصوصیت کے ساتھ کسی عمل کا اہتمام نہیں کیا۔اسی لئے قطعیت کے ساتھ یہ بھی معلوم نہ ہوسکا کہ وہ کون سی رات ہے۔نہ وہ رات معلوم ہے نہ اس کا مہینہ اور نہ ہی اس کا عشرہ۔بلکہ اس کے سلسلے میں منقول اقوال مختلف ہیں اور اس کے بارے میں قطعیت کے ساتھ کچھ نہیں کہا جاسکتا۔جس رات کے بارے میں لوگوں کا خیال ہے کہ وہ معراج کی رات ہے اس میں نہ کوئی قیام ثابت ہے اور نہ اس کے علاوہ کوئی اور عمل۔''

۴۔**ماہ رجب میں عمرہ**:کچھ لوگ ماہ رجب میں عمرہ کی ادائیگی کو بڑے ثواب کا کام سمجھتے ہیں۔جبکہ اس کی فضیلت میں کوئی شرعی دلیل نہیں ہے۔بخاری شریف میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چار عمرے کئے جن میں سے ایک ماہ رجب میں تھا جس کے رد میں ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اللہ ابوعبدالرحمٰن (ابن عمر کی کنیت) پر رحم کرے۔اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جو بھی عمرہ کیا میں اس میں آپ کے ساتھ تھی۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بھی عمرہ ماہ رجب میں ادا نہیں کیا۔(بخاری)

۵۔**ماہ رجب میں زکوۃ کی ادائیگی**:بعض لوگوں کا معمول ہے کہ وہ ماہ رجب میں خصوصیت کے ساتھ زکوۃ کی ادائیگی کرتے ہیں جبکہ شریعت میں اسے خاص کرنے کی کوئی اصل نہیں ہے۔لطائف المعارف میں علامہ ابن رجب حنبلی سے منقول ہے کہ ماہ رجب میں خصوصیت کے ساتھ زکوۃ نکالنے کی کوئی شرعی دلیل نہیں ہے بلکہ جب مال پر ایک سال پورا ہوجائے تو زکوۃ واجب ہوجاتی ہے اسی وقت اسے ادا کردینا چاہئے۔خواہ کوئی بھی مہینہ ہو۔اسی طرح علامہ ابن عطار فرماتے ہیں کہ موجودہ زمانہ میں جو لوگ ماہ رجب میں خصوصیت کے ساتھ زکوۃ نکالتے ہیں اس کی کوئی دلیل نہیں ہے بلکہ جب سال پورا ہوجائے،زکوۃ ادا کردینی چاہئے وہ کوئی بھی مہینہ ہو۔(المساجلة بین عز بن عبدالسلام وابن الصلاح)

۶۔**ماہ رجب میں جانور ذبح کرنا**:زمانۂ جاہلیت میں ماہ رجب کے اندر لوگ عتیرہ کے نام سے جانور ذبح کیا کرتے تھے چنانچہ اسلام نے اس کی ممانعت فرمائی جیسا کہ بخاری ومسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:**لافرع ولاعتیرة** (نہ فرع جائز ہے نہ عتیرہ)زمانۂ جاہلیت میں لوگ جانور کے پہلے بچے کو اپنے معبودوں کے نام سے ذبح کردیتے تھے اسے فرع کہا جاتا تھا۔اور ماہ رجب کے پہلے عشرہ میں جانور ذبح کرنے کو عتیرہ کا نام دیتے تھے۔جن کی مذکورہ بالا حدیث میں ممانعت وارد ہوئی ہے۔

۷۔**رجب کے کونڈے**:ماہ رجب میں ہی امام جعفر صادق رحمہ اللہ کے نام کا حلوہ تقسیم کیا جاتا ہے جو رجب کے کونڈوں کے نام سے ایک بے بنیاد وخود ساختہ عبادت رواج پذیر ہوگئی ہے۔اور اس سے متعلق عجیب وغریب قصے کہانیاں گھڑ

لی گئی ہیں جنہیں بڑے طمطراق سے بیان کیا جاتا ہے۔اسی طرح اس ماہ میں شیخ عبدالقادر جیلانی کی ولادت کی رات میں محفل قائم کی جاتی ہےاور شیخ کے نام پر جانور ذبح کئے جاتے ہیں۔اور ایسی ایسی خرافات اور بے حیائی کی حرکتیں کی جاتی ہیں جن کا اسلامی شریعت میں کسی بھی طرح جواز نہیں ہے۔ بلکہ اسلامی تعلیمات کی روح کے منافی ہیں۔

۸۔**بی بی کی صحنک**:بعض لوگ اس ماہ میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے نام کی صحنک تیار کرتے ہیں جس میں خاص صفات کی حامل عورتیں شرکت کرتی ہیں۔ کچھ لوگ اس ماہ میں رجبی مناتے ہیں ان سارے امور کی اسلامی شریعت میں کوئی دلیل نہیں ہے بلکہ یہ سب برصغیر کے لوگوں کی ایجاد کردہ ،خود ساختہ اور من گھڑت غیر اللہ کی نیازیں ہیں۔

یہ سب بدعات وخرافات اصل اسلام کو واہیات وخرافات کے پردے میں چھپانے کی ایک بہت گہری سازش کا حصہ ہیں ان سے مسلمانوں کو ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے۔اسلام کی روح اوراس کا جوہر اللہ اوراس کے رسول کی اتباع وپیروی میں مضمر ہے۔جان لیجئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی حقیقت یہ ہے کہ آپ نے جس عمل کو کیا ہو،اسے کیا جائے اور جسے چھوڑا ہو،اسے چھوڑ دیا جائے۔ جو شخص اس میں کمی وبیشی کرے گا نبی کی اتباع وپیروی میں اتنی کمی وبیشی ہو جائے گی۔کمی تو کمی ہی ہے بیشی کا جہاں تک تعلق ہے وہ تو بہت ہی سنگین جرم ہے کیونکہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے آگے نکلنے کی کوشش سے بڑا جرم اور کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے سخت الفاظ میں سرزنش فرمائی ہے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ’’(الحجرات:۱) ترجمہ:’’اے ایمان والے لوگو!اللہ اوراس کے رسول سے آگے نہ بڑھو اور اللہ سے ڈرتے رہا کرو۔ یقیناً اللہ تعالیٰ سننے والا جاننے والا ہے۔‘‘

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت سی احادیث میں ثابت ہے کہ آپ نے سنت کو لازم پکڑنے کی تاکید اور بدعت یعنی دین کے اندر نئی باتوں کو وہ کسی بھی شکل وصورت میں ہوں ان کو داخل کرنے کی سختی سے ممانعت فرمائی ہے۔صحیح ابن حبان میں حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن بڑا ہی فصیح وبلیغ وعظ فرمایا جس سے آنکھیں اشکبار اور دل دہل گئے۔ہم نے آپ سے کہا یہ تو الوداعی نصیحتیں لگ رہی ہیں لہٰذا ہمیں وصیت فرمادیجئے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:’’میں تمہیں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنے اور سننے اور مانتے رہنے کی وصیت کرتا ہوں گرچہ تم پر کوئی غلام ہی امیر کیوں نہ بنادیا جائے۔میرے بعد جو زندہ رہے گا وہ بہت سا اختلاف دیکھے گا۔ایسی صورت میں تمہارے لئے لازم ہے کہ میری سنت اور میرے بعد میرے ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کی سنت کو لازم پکڑے رہنا،اسے مضبوطی سے تھام لینا اور ڈاڑھ سے مضبوط پکڑ لینا۔دین میں نئے ایجاد کردہ کاموں سے اپنے آپ کو بچائے رکھنا کیونکہ (ثواب کی نیت سے کیا گیا) ہر نیا کام بدعت اور ہر بدعت گمراہی ہے۔‘‘

مندرجہ بالا روایت میں آپ کا فرمان:’’جو زندہ رہے گا وہ بہت سا اختلاف دیکھے گا‘‘میں اس بات کا واضح اشارہ ہے کہ مستقبل میں اختلافات یقیناً ہوں گے،امت میں انتشار وافتراق پایا جائے گا جس سے نجات وچھٹکارے کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رہنمائی بھی فرمادی کہ میری سنت اور میرے خلفاء کی سنت کو لازم پکڑ کر تم نجات کا راستہ پا سکتے ہو۔دوسری چیز آپ نے بتائی کہ دین میں ثواب کی نیت سے ایجاد کی گئی نئی باتوں سے بچنا بھی انتہائی ضروری ہے تبھی راہ راست پر گامزن رہا جا سکتا ہے اور عنداللہ نجات ہو سکتی ہے۔اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہر خطبے میں ان دونوں باتوں کی ہمیشہ تاکید فرماتے تھے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتنی اہم اور عظیم الشان رہنمائی ہے جس پر عمل کرکے انسان ہر فتنے سے محفوظ رہ سکتا ہے۔آپ یہ بھی فرماتے تھے:’’سب سے سچی بات اللہ کا کلام ہے اور بہترین ہدایت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت ہے،بدترین کام دین میں نئے پیدا کئے گئے کام ہیں اور ہر نیا کام بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی جہنم میں لے جانے والی ہے۔‘‘

لہٰذا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو لازم پکڑنا اور آپ کی ہدایت ورہنمائی کو مضبوطی سے تھام لینا،نیز بدعات وخرافات سے اجتناب کرنا ہر مسلمان کے لئے لازم وضروری ہے تبھی نجات کی امید کی جاسکتی ہے۔بصورت دیگر گمراہی مقدر ہوگی اور دنیا وآخرت میں خسارہ ہی خسارہ ہوگا۔

☆☆☆

مکتبہ ترجمان کی
نصابی کتابیں

چمن اسلام قاعدہ	26/-
چمن اسلام اول	20/-
چمن اسلام دوم	26/-
چمن اسلام سوم	28/-
چمن اسلام چہارم	28/-
چمن اسلام پنجم	35/-
چمن اسلام مکمل سیٹ	163/-

از: محمد طیب حفیظ الدین تیمی، جامتاڑا

بموقع ۳۴ویں آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس

امن کے قیام میں مدارس کے فارغین کا کردار

اسلام دین امن وامان ہے۔اس کے نام سے ہی امن وامان، سلم سکھ چین ہے۔اس کی تعلیمات بھی امن وشانتی پر مبنی ہیں اس کی تمام ہدایات اس بات کی غماز ہیں، جنگ وخون ریزی قتال وجدال سے ہمیشہ کوسوں دور رہا ہے کیوں کہ جس رب نے اسے بھیجا ہے اس کی ایک صفت رحمٰن ہے جس نبی ﷺ پر اسلام اور اس کی تعلیمات اتری ان کی صفات بھی رحمت للعالمین ہیں جس شہر میں آپ ﷺ کی پیدائش ہوئی اس شہر کا ایک نام (بلد امین) ہے۔

اس کے ماننے والے موحدین کے لئے رب کائنات نے امن کی بشارت وخوش خبری سنائی ہے اور اس کا وعدہ فرمایا ہے جیسا کہ رب تعالیٰ کا ارشاد ہے:اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ (الانعام:۸۲)

لہٰذا بلا جھجک یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ اسلام امن کا گہوارہ، شانتی کا مخزن، چین کا منبع اور امان کا مادی ہے۔

اسلام اور اس کے ماننے والے نے کبھی جنگ کی ابتدا نہیں کی، جب بھی ایسی نوبت آئی تو دفاعی پوزیشن میں رہ کر جنگ نہیں، بلکہ دفاع کیا ہے۔

علماء انبیاء کے وارث ہوا کرتے ہیں ان العلماء ورثة الانبياء (ترمذی: ۲۶۸۲) ان کا کام انبیائی مشن کی ترویج واشاعت ہوا کرتا ہے، اور انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام ہمیشہ، ہر وقت اور ہمہ دم امن وامان کے داعی اور منادر رہے ہیں۔

اوران علماء وفضلاء نے ہمیشہ امن کے لئے لڑائیاں لڑی ہیں، اس کے لئے جہد مسلسل اور سعی پیہم کی ہے اور امن کے قیام میں کوئی بھی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا ہے۔

وطن عزیز ہندوستان کے حالات روز افزوں بگڑتے جارہے ہیں، جمہوری اقدار وروایات مائل بہ تنزل ہیں، ہر صبح طلوع ہونے والا سورج کسی نئی آزمائش اور ہر شام ڈوبتا ہوا آفتاب کسی تازہ مصیبت کی پیشین گوئی کررہا ہے۔اسلامیان ہند کے ملی تشخص کو مسخ کرنے، دین وشریعت میں کھلم کھلا مداخلت کرنے اور ہر میدان میں اقلیتوں پر ظلم وستم ڈھانے کے بعد اب ان کا ہدف مدارس اسلامیہ ہے۔

ہمارے اس دور میں جس میں سانس لے رہے ہیں حکومت اور حکومت کے افسران کھڑے ہوتے ہیں اور مدارس کے خلاف زہر افشانی کرتے ہیں کہ مدارس دہشت گردی کے اڈے ہیں۔ان مدارس کو بند کردینا چاہیے ان کے فارغین پر پابندی لگنی چاہیے، وغیرہ وغیرہ۔

دینی مدارس کے خلاف مختلف زمانوں میں ایسی زہرناک سازشیں ہوتی رہی ہیں اور آئندہ بھی ہوتی رہیں گی لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے ان کی تمام تدبیریں انہی پر الٹ دیں اور انہیں ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ اسلام امن وسلامتی کا گہوارہ ہے اور مدارس کے طلباء، فضلاء، فارغین علماء ودعاۃ دنیا میں امن وشانتی کے پرچارک ہیں۔ان کے ہی دم سے دنیا میں امن قائم ہے یہ ہمیشہ امن وامان کے لئے اپنے آپ کو وقف کئے رہتے ہیں۔امن ان کا اوڑھنا بچھونا ہوا کرتا ہے اور شانتی واطمینان بخشی ان کے نغمے اور ترانے ہوتے ہیں، اور ان مدارس کا وجود بھی اسی لئے ہوتا ہے یہ ٹوٹی چٹائی پر بیٹھنے والے، کیڑے والا چاول کھانے والے، پھٹے پرانے کپڑے اوڑھنے پہننے والے دہشت گردی کیا جانیں اور ان کا دہشت گردی سے کیوں کر تعلق ہوسکتا ہے یہاں تو یہ سکھایا جاتا ہے کہ وضوء، غسل طہارت کے لئے پانی بھی زیادہ بہانا صحیح نہیں ہے اس کا بھی حساب وکتاب ہوگا جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے جب حضرت سعد کو دیکھا کہ آپ وضوء کرتے ہوئے پانی زیادہ بہار ہے ہیں تو فرمایا جیسا کہ روایت میں آتا ہے۔ان النبی ﷺ مر بسعد وهو يتوضأ فقال: ما هذا السرف يا سعد؟ قال أفي الوضوء سرف؟ قال نعم: وان كنت على نهر جار (احمد ۶۷۶۸) وابن ماجه (۴۱۹) سلسلة الأحاديث الصحيحة (۳۲۹۲) تو پھر کوئی بتائے کہ انسانیت کا ناجائز خون کرنے کی تعلیم کیسے دے سکتا ہے۔

ان مدارس کے فضلا نے تو تنکے سے آشیانہ بنایا ہے۔امن وامان، شانتی واطمینان کا درس ہمیشہ دیا ہے۔ بھلا مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا جوہر جیسے اجلہ علماء سے کون ناواقف ہے؟ شاہ ولی اللہ دہلویؒ، شاہ عبدالعزیز دہلویؒ، شاہ اسماعیل دہلویؒ سے کون نابلد ہوگا؟ ان عظیم شخصیات نے امن کے قیام میں بھرپور کردار ادا کیا اور باطل کے سامنے سینہ سپر ہوگئے اور اپنی جان ومال اور تمام چیزوں کی قربانی پیش کرنے میں کبھی دریغ نہیں کیا پھر بھی آج اگر کوئی ناہنجار اٹھ کھڑا ہوتا ہے اور کہتا ہے کہ مدارس دہشت گردی کے اڈے ہیں تو اسے حماقت سے ہی تعبیر کیا جانا چاہیے۔

گرنہ بیند بروز شپرہ چشم
چشمۂ آفتاب راچہ گناہ

قارئین کرام! اسلام دشمن قوتیں اور صیہونی طاقتیں دین اسلام، علمائے اسلام، مبلغین اسلام اور مدارس اسلامیہ کو بدنام کرنے کے درپے ہیں اور دنیا بھر میں اسلام کی شبیہ کو مسخ کرنے اور بگاڑ کر پیش کرنے کے لئے اوچھے ہتھکنڈے، خبیث حربے اپناتی رہتی ہیں اور اب تو یہ بات عالم آشکارا ہوچکی ہے کہ دینی مدارس جہاں حفاظت اسلام کے مضبوط قلعے ہیں، وہیں امن وشانتی اور محبت وہمدردی کے علمبردار بھی ہیں۔

دشمنان اسلام بھی اس حقیقت کو بخوبی سمجھتے ہیں، اسی لئے وہ ان مدارس کو ختم کرنے ، بند کرانے یا کم ازکم بدنام کرنے کی تگ ودو میں پوری طرح مصروف نظر آتے ہیں۔اور ہمہ دم سازشیں کرتے رہتے ہیں اور ناپاک منصوبوں کے تانے بانے بننے میں برسرپیکار رہتے ہیں اوراس میں کوئی کسر نہیں چھوڑتے ہیں۔ اس پر فتن اور پرآشوب دور میں دینی مدارس اللہ تعالیٰ کی وہ نعمت عظمیٰ ہیں جس کی مثال نہیں پیش کی جاسکتی، اسلامی تعلیمات اور خالص دینی افکار ونظریات کی بقاء اور ترویج واشاعت میں دینی مدارس کا کردار بلاشک وشبہ سنہرے حروف سے لکھے جانے کے قابل ہے۔کفر ونفاق، الحاد و بدعات وخرافات اور دین کے نام پر دین کو ذبح کرنے سازشوں کے سامنے اگر کسی نے بندھ باندھا ہے تو یہی مدارس اوران مدارس کی تربیت یافتہ ابناء تھے۔امت کو بلند کردار، صالح اور بے باک قیادت فراہم کرنے کا سہرا بھی مدارس دینیہ کے سر بندھتا ہے۔

الغرض خلق کی خدمت، قانون کی رعایت اور ملک سے محبت میں دینی مدارس، اوران کے فارغین کا کردار واضح اور مرکزی حیثیت کا حامل ہے۔ہم صرف معاشرتی برائیوں پر ایک نظر ڈالیں، ہمیں اندازہ ہوگا کہ علماء مدارس نے اس سلسلہ میں کیا کارنامے انجام دیے، مہنگائی، بدعنوانی، توانائی کی قلت، قرضوں کا ناقابل تحمل بوجھ، دلوں کی ویرانی، محبتوں اور خلوص کی کمی، خودغرضی، ہوس وحرص کی گرم بازاری، اولاد کی نافرمانی، شادی شدہ مردوں کی بے راہ روی، خواتین کی حد سے زیادہ آزادی، اخلاقی اقدار کی پامالی، جائیدادا اور وراثت پر بھائیوں کے جھگڑے، چوربازاری بلیک میلنگ وغیرہ غرض معاشرے کی وہ تمام برائیاں جن سے شریف لوگ پناہ مانگتے ہیں، ان میں سے کسی کی جڑیں آپ کو دینی مدارس سے ملتی دکھائی نہیں دیں گی، بلکہ اگر ان برائیوں میں کچھ کمی ہے تو ان مدارس میں گونجنے والی قال اللہ اور قال الرسول کی روح پرور صداؤں کی برکت ہے۔سوچئے! اگر یہ دینی مدارس نہ ہوتے، اگر مدارس میں اللہ اوراس کے رسول کے فرامین کی حفاظت اوران کی تشریح منبر ومحراب میں ان کی تلقین اور تعلیم نہ ہوتی تو پھر معاشرے کا کیا حال ہوتا؟ اگر بالفرض دہشت گردی میں ملوث بعض لوگ مدرسوں میں پڑھتے پڑھاتے تھے ان سے کہیں زیادہ لوگ ان میں ایسے ملیں گے جو کالجوں اور یونیورسٹیوں کی پیداوار ہیں بلکہ خفیہ رپورٹوں اور ٹیلویژن کے بیانات نے ثابت کردیئے ہیں کہ ان مدارس نے کبھی بھی دہشت گردی کی تعلیم نہیں دی اور چھاپہ ماری پر کبھی ایسی چیز سامنے نہیں آئی جن سے ثابت ہو کہ ان مدارس وجامعات میں دہشت گردی، آتنک وادی اور ارہاب کی تعلیم دی جاتی ہو یا ایسی کوئی چیز پکڑی گئی ہو جو مشتبہ ہو۔

تاریخ شاہد ہے کہ بہت سارے مدارس پر چھاپے ماریاں ہوئیں، ان کے خلاف سازشیں ہوئیں، وہاں کے فارغین الزام میں پکڑے گئے، مگر الحمدللہ سب بری اور کندن ہوکر نکلے۔ مدارس دینیہ کسی بھی معاشرے میں روحانی اوراخلاقی بیماریوں کے لیے ہسپتال کی حیثیت رکھتے ہیں۔اگر کسی معاشرے میں بیماریاں بڑھ جائیں، کوئی وبا پھیل جائے تو کوئی احمق بھی ہسپتالوں کو الزام نہیں دے سکتا۔یہ تو ہوسکتا ہے کہ وبائی حالات میں ہسپتال کم پڑجائیں۔ضرورت کے بقدر معالجین میسر نہ آئیں، ہسپتالوں میں ڈاکٹروں کی کمی، آلات کی نایابی اور دواؤں کی قلت کی وجہ سے کچھ مریض مرجائیں، کچھ کو واپس کردیا جائے، مگر پھر بھی کوئی ڈاکٹروں پر الزام عائد نہیں کرتا، بلکہ پوری قوم معالجین کی مشکور ہوتی ہے کہ وہ کٹھن حالات میں بھی دن رات ایک کرکے اپنی سی پوری کوشش کرکے لوگوں کو موت کے منہ سے نکال رہے ہیں۔

مدارس اوران کے فارغین کیا ہیں؟ فضلائے مدارس اور مدارس کی اسی عظیم تاریخ پر روشنی ڈالتے ہوئے حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ فرماتے ہیں میں مدرسہ کو نائبین رسول وخلافت الٰہی کا فرض انجام دینے والے اورانسانیت کو ہدایت کا پیغام دینے والے اورانسانیت کو اپنا تحفظ وبقا کا راستہ دکھانے والے افراد تیار کرنے والوں کا ایک مرکز سمجھتا ہوں، میں مدرسہ کو آدم گری اور مردم سازی کا ایک کارخانہ سمجھتا ہوں۔ جب دنیا میں ہر حقیقت کا انکار کیا جارہا ہو اور یہ کہا جارہا ہو کہ سوائے طاقت کے کوئی حقیقت ہے ہی نہیں، جب دنیا میں ڈنکے کی چوٹ پر کہا جارہا ہو کہ دنیا میں صرف ایک حقیقت زندہ ہے اورسب حقیقتیں مرچکیں، اخلاقیات مرچکے، صداقت مرچکی، عزت مرچکی، غیرت مرچکی، شرافت مرچکی، خودداری مرچکی، انسانیت مرچکی۔صرف ایک حقیقت باقی ہے اوروہ نفع اٹھانا ہے اوراپنا کام نکالنا ہے۔ وہ ہر قیمت پر عزت بیچ کر، شرافت بیچ کر، ضمیر بیچ کر، اصول بیچ کر، خودداری بیچ کر صرف چڑھتے سورج کا پجاری بننا ہے اس وقت مدرسہ اٹھتا ہے اور اعلان کرتا ہے انسانیت مری نہیں ہے، اس وقت مدرسہ اعلان کرتا ہے کہ نقصان میں نفع ہے، ہار جانے میں جیت ہے، بھوک میں وہ لذت ہے جو کھانے میں نہیں، اس وقت مدرسہ یہ اعلان کرتا ہے کہ ذلت بعض مرتبہ وہ عزت ہے جو بڑی سے بڑی عزت میں نہیں، اس وقت مدرسہ اعلان کرتا ہے کہ سب سے بڑی طاقت خدا کی طاقت ہے، سب سے بڑی صداقت حق کی صداقت ہے۔(مدرسہ کیا ہے۔۱۸)

آزادی وطن میں علماء مدارس کا کردار: تاریخ شاہد ہے کہ جہاں ملک کی آزادی کا بنیادی تصور مدارس نے پیش کیا، وہیں انگریزی تسلط کے خاتمہ کی قیادت علمائے کرام نے کی، کیونکہ اپنے ملک سے محبت نہ صرف ایمان کا جزء ہے، بلکہ مذہب اسلام نے وطن کی محبت کو سنت قرار دیا ہے، یہی وجہ ہے کہ حب الوطنی کی مضبوط ڈور میں بندھ کر ہرراہ اور ہرزاویے مثلاً صحافت، شاعری، خطابت، مدرسے اور مسجدوں کے ذریعہ تحریک آزادی کو مضبوط، متحرک اور فعال بنایا۔ مدارس عربیہ کی کوکھ سے پیدا ہونے والے فرزندوں کے لہو میں نہ صرف وطن کی محبت تھی، بلکہ اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرکے اپنے خون جگر سے اس گلشن کی آبیاری کا جذبہ بھی ان میں موجزن تھا۔ دینی مدارس کے جاں باز، سرفروش اور کفن بردوش علماء کرام ہی نے ملک میں آزادی کا بگل اس وقت بجایا جب عام طور پر لوگ خواب خرگوش میں مست، آزادی کی ضرورت سے نابلد اور غلامی کے احساس سے عاری تھے۔اس پر تفصیلی روشنی ڈالتے ہوئے مولانا شوکت علی قاسمی بستوی رقم فرماتے ہیں: ’’ملک کا ایک طبقہ اس غلط

فہمی میں مبتلا ہے کہ دینی واسلامی مدارس، قومی دھارے سے بالکل الگ تھلگ، ملکی وقومی مفادات سے بے پرواہ ہوکر، صرف دینی تعلیم کی اشاعت میں لگے رہتے ہیں، مدارس کے فضلاء گردوپیش کے حالات سے بے خبراور ملکی وقومی خدمت کے شعور واحساس سے بھی عاری ہوتے ہیں۔لیکن مدارس اسلامیہ کا شاندار ماضی، اس مفروضہ کو قطعاً غلط اور بے بنیاد قرار دیتا ہے اور تاریخ ہند کی پیشانی پر ثبت، مدارس اسلامیہ کی ملکی وقومی خدمات اور کارناموں کے نقوش پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ مدارس اسلامیہ کے علماء کرام وفضلاء عظام نے ہمیشہ ملکی مفادات کی پاسبانی اوراپنے خون پسینہ سے چمنستان ہند کی آب یاری کی ہے اور ملک کی آزادی کی تاریخ ان قربانیوں سے لالہ زار ہے''۔(ملخص از ماہ نامہ دارالعلوم)

جب گلستاں کو خوں کی ضرورت پڑی
سب سے پہلے ہماری ہی گردن کٹی
پھر بھی کہتے ہیں مجھ سے یہ اہل چمن
یہ چمن ہے ہمارا تمہارا نہیں

غرضیکہ مدارس اسلامیہ اوران کے فارغین اورفضلاء نے برصغیر میں اسلامی علوم ،اقدار، تہذیب اور معاشرت کو فرنگی حکمتِ عملی کا شکار ہونے سے بچالیا جس کا نتیجہ یہ ہے کہ فرنگی حکمت عملی صدیوں کی جدوجہد کے بعد بھی برصغیر کی مسلم رائے عامہ کو قرآن وسنت کے عادلانہ نظام کے سوا کسی اورازم اور نظام پر راضی نہیں کرسکی۔ دینی مدارس کی ان عظیم دینی وملی خدمات کے پس منظر میں علماء کرام کے اخلاص وایثار اور مشنری جذبہ کے ساتھ یہ حقیقت بھی کارفرما ہے کہ یہ مدارس اپنی پالیسی، نظام اور طریق کار کے تعین میں ہمیشہ آزاد رہے ہیں اور کسی بھی دور میں حکمرانوں کے عمل ودخل کو ان مدارس نے قبول نہیں کیا۔اسی آزادی کے باعث یہ مدارس فرنگی حکمت عملی کو واضح شکست دینے میں کامیاب ہوئے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ آج کے حکمرانوں نے اس آزادی کا استحصال کرنے اوردینی مدارس کی موثر کارکردگی کو عملا سبوتاژ کرنے کا منصوبہ بنالیا ہے۔اس پس منظر میں دینی مدارس کو حکومتی تحویل میں لینے کی بات کرنے والوں کا اس کے سوا اورکیا مقصد ہوسکتا ہے کہ وہ مقاصد جوان مدارس کے ذریعہ حاصل ہورہے ہیں ختم ہوجائیں اوروہ مشن جوان مدارس کے ذریعہ زندہ ہے، موت کے گھاٹ اتر جائے۔

ایسے اوراس طرح کی ذہنیت کے حامل افراد کو جان لینا چاہیے کہ فارغین مدارس نے ہمیشہ امن کے قیام میں بھرپور حصہ لیا ہے، امن کے قیام میں اپنی پوری توانائی صرف کی ہے، ساری صلاحیتیں اس کے لئے جھونک دی ہیں، اورشبانہ روز اس کے لئے سعی پیہم کی ہے، ان کا کردار کبھی فراموش نہیں کیا جاسکتا ہے، بلکہ زریں حروف سے لکھا جائے گا کیوں کہ یہی ہمارا دین ہے اور ہمارا دین ہمیں یہی سکھاتا ہے۔

رب کائنات سے دعا ہے کہ وہ ہمیں امن وشانتی کا پیامبر، امن وامان کا علمبردار بنائے اور حالت اسلام میں ہماری موت واقع ہو۔آمین یارب العالمین

☆☆☆

شرائط حصول تصدیق نامہ

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

(۱) وہ طلباء جو اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے بیرونی جامعات میں داخلے کے خواہش مند ہوں اورانہیں مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کا توصیہ مطلوب ہو وہ درخواست بنام ناظم عمومی مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند، تعلیمی اسناد کی مصدقہ فوٹو کاپی دو اساتذہ کا تزکیہ اورصوبائی جمعیت کے امیر وناظم کا تزکیہ دفتر میں جمع کریں۔ مذکورہ معلومات وکاغذات کی روشنی میں غور کرنے کے بعد ہی توصیہ جاری کیا جائے گا۔

(۲) وہ ذمہ داران معاہد ومدارس وجامعات جنہیں حصول تعاون کے لیے مرکزی جمعیت کا توصیہ یا اس کی تجدید مطلوب ہو، درج ذیل شرائط کی تکمیل کے بعد توصیہ حاصل کرسکتے ہیں:

(الف) ادارے کے لیٹر ہیڈ پر توصیہ کے لیے ذمہ دار ادارہ کی جانب سے درخواست بنام ناظم عمومی مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند۔

(ب) متعلقہ صوبائی جمعیت کے امیر یا ناظم کا، ناظم عمومی مرکزی جمعیت کے نام سفارشی خط یا نئی تصدیق جس میں معیار تعلیم، تعداد طلبہ واساتذہ مذکور ہو۔

(ج) جمعیت کے شعبۂ احصائیات برائے مدارس میں اندراج۔

(د) جمعیت کے آرگن پندرہ روزہ ''جریدہ ترجمان'' (اُردو)، ماہنامہ ''اصلاح سماج'' (ہندی)، نیز ماہنامہ ''دی سمپل ٹروتھ'' (انگریزی) کا ادارہ کے نام اجراء اور قدیم خریدار ہونے کی صورت میں اس کے بقایاجات کی ادائیگی۔

(۳) علاوہ ازیں مرکزی جمعیت کی جانب سے سفارشی خطوط حاصل کرنے کے لیے ذمہ داران صوبائی وضلعی جمعیات ومعروف علماء کرام کی نئی تصدیقات کا پیش کیا جانا لازمی ہے۔ درخواست دہندہ اپنے دستخط کے ساتھ نام اورعہدہ صاف صاف لکھیں۔ کسی بھی قدیم تصدیق کی تجدید یا اس میں حذف واضافہ کے لیے صوبائی جمعیت سے حاصل شدہ نئی اصل تصدیق کا پیش کیا جانا ضروری ہے بصورت دیگر کوئی بھی عذر مقبول نہ ہوگا۔

نوٹ: جو حضرات مرکزی جمعیت کی تصدیق کے خواہاں ہوں وہ کسی بھی قسم کی زحمت سے بچنے کے لئے رمضان سے قبل تصدیق حاصل کرلیں اور بذریعہ ڈاک منگوانے کے لئے رجسٹری ڈاک خرچ نقد نیز جریدہ ترجمان، اصلاح سماج ودی سمپل ٹروتھ کے بقایاجات کی رسید کی فوٹو کاپی ارسال کرنا نہ بھولیں۔

دفتر نظامت عامہ: مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

تعداد-انبیاء ورسل اور ہم مسلمانوں کی ذمہ داریاں

ڈاکٹر امان اللہ محمد اسماعیل مدنی
مدرس مسجد نبوی شریف

محترم قارئین! ایمان کے چھ ارکان ہیں، ان میں سے ایک اہم رکن انبیاء ورسل علیہم الصلاۃ والتسلیم پر ایمان لانا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے بندوں تک اپنا پیغام پہنچانے کی خاطر کچھ خاص بندوں کو اپنے اور اپنے بندوں کے درمیان واسطہ بنایا، اور انہیں اس عظیم کام (یعنی پیغام رسانی) کیلئے چنا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے دنیائے انسانیت کو صحیح انسان بنانے کیلئے بڑی تعداد میں انبیاء ورسل علیہم الصلاۃ والتسلیم کو مبعوث فرمایا جو اللہ کے پیغامات وارشادات کو انسانیت تک بخوبی پہنچاتے رہے۔ یہ سلسلہ اولین انسان آدم علیہ السلام سے شروع ہوا اور آخری نبی ورسول محمد عربی ﷺ پر ختم ہوگیا۔

اللہ کی مشیت یہ رہی ہے کہ محمد ﷺ، اللہ کے آخری پیغمبر ثابت ہوئے اور نبوت ورسالت کا دروازہ آپ پر مکمل طور پر بند کردیا گیا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ مَّا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَٰكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ ﴾ الاحزاب: ۴۰)

ترجمہ: (لوگو) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ محمد (ﷺ) نہیں لیکن اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور تمام نبیوں کے ختم کرنے والے۔

انبیاء ورسل علیہم الصلاۃ والتسلیم کی تعداد بہت زیادہ ہے، بعض انبیاء ورسل کا تذکرہ قرآن میں کیا گیا ہے جبکہ اکثر کا ذکر نہیں ہوا۔ قرآن وسنت کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہیکہ اللہ رب العالمین نے کثرت کے ساتھ انبیاء ورسل کو مبعوث فرمایا۔ لہذا آئیں سب سے پہلے ہم یہ دیکھنے کی کوشش کریں کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء ورسل کی کثرت کا ذکر کس انداز میں کیا ہے۔

(۱) اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ ﴿وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنَاهُمْ عَلَيْكَ مِن قَبْلُ وَرُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ ۚ وَكَلَّمَ اللَّهُ مُوسَىٰ تَكْلِيمًا ﴾ (النساء: ۱۶۴)

ترجمہ: اور آپ سے پہلے کے بہت سے رسولوں کے واقعات ہم نے آپ سے بیان کئے ہیں اور بہت سے رسولوں کے نہیں بھی کئے اور موسیٰ (علیہ السلام) سے اللہ تعالیٰ نے صاف طور پر کلام کیا۔

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے انسانیت کی رشد وہدایت کیلئے بکثرت انبیاء ورسل مبعوث فرمایا۔ بعض کا ذکر قرآن میں موجود ہے جبکہ اکثریت کا ذکر قرآن میں نہیں ہے۔

(۲) مزید ارشاد ربانی ہے: ﴿وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّن قَبْلِكَ مِنْهُم مَّن قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُم مَّن لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ﴾ (غافر: ۷۸)

ترجمہ: یقیناً ہم آپ سے پہلے بھی بہت سے رسول بھیج چکے ہیں جن میں سے بعض کے (واقعات) ہم آپ کو بیان کرچکے ہیں اور ان میں سے بعض کے (قصے) تو ہم نے آپ کو بیان ہی نہیں کئے۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے محمد ﷺ! آپ سے پہلے ہم نے بہت ساری امتوں کی طرف انبیاء ورسل مبعوث فرمایا، ان میں سے بعض کے قصے اور کہانیاں ہم نے بیان کیا ہے اور بعض کے اخبار ہم نے ذکر نہیں کیا۔

(3) اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ ﴾ (النحل: ۳۶)

ترجمہ: ہم نے ہر امت میں رسول بھیجا کہ (لوگو) صرف اللہ کی عبادت کرو اور اس کے سوا تمام معبودوں (طاغوت) سے بچو۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ باخبر کر رہا ہے کہ اس نے ہر زمانے میں ہر قوم وملت کی طرف انبیاء ورسل مبعوث فرمایا اور یہ سب کے سب ایک اللہ کی طرف دعوت دیتے تھے اور غیر اللہ کی عبادت وبندگی سے روکتے تھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ بِالْحَقِّ بَشِيرًا وَنَذِيرًا ۚ وَإِن مِّنْ أُمَّةٍ إِلَّا خَلَا فِيهَا نَذِيرٌ ﴾ (فاطر: ۲۴)

ترجمہ: ہم نے ہی آپ کو حق دے کر خوشخبری سنانے والا اور ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا ہے اور کوئی امت ایسی نہیں ہوئی جس میں کوئی ڈر سنانے والا نہ گزرا ہو۔

اس آیت کریمہ کا خلاصہ یہ ہے کہ بنی آدم کی ہر امت کی طرف اللہ تعالیٰ نے ڈرانے والا مبعوث فرمایا۔

مذکورہ تمام آیتوں سے یہ بات بالکل واضح ہوجاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کثرت کے ساتھ ہر قوم وملت کی طرف ہر زمانے میں انکی رشد وہدایت کی خاطر انبیاء ورسل مبعوث فرمایا، جو لوگوں کو اللہ کے احکام وفرامین کی طرف بلاتے اور غیر اللہ کی عبادت وبندگی سے روکتے تھے۔

انبیاء کرام کی اس اجمالی تعداد کے بعد ہم ایک صحیح حدیث کا ذکر کرتے ہیں جس میں انبیاء ورسل کی تفصیلی تعداد کا ذکر ہوا ہے۔

فعن أبی أمامة رضی الله عنه أن أباذر رضی الله عنه سأل رسول الله ﷺ: کم وفی عدة الانبیاء ؟ قال ﷺ: مائة الف وأربعة وعشرون ألفاء والرسل من ذلک ثلاث مائة وخمسة عشر

جماعۃ غفیرا" (مسند احمد ۵/ ۲۶۶، والحاکم ۲/ ۲۶۲، اور شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح قرار دیا ہے (تخریج المشکاۃ: ۵۹۹۱)

اس صحیح حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام سے لیکر محمد ﷺ تک ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء ورسل مبعوث فرمایا، ان میں سے تین سو پندرہ رسول ہیں۔

قرآن کریم میں انبیاء کا ذکر:

انبیاء کرام کی اگرچہ کثرت ہے لیکن قرآن کریم میں صرف پچیس انبیاء ورسل کا ہی ذکران کے ناموں کے ساتھ ہوا ہے جو مندرجہ ذیل ہیں۔

(1) آدم علیہ السلام (2) ادریس علیہ السلام (3) نوح علیہ السلام (4) ھود علیہ السلام (5) صالح علیہ السلام (6) ابراہیم علیہ السلام (7) لوط علیہ السلام (8) اسماعیل علیہ السلام (9) اسحاق علیہ السلام (10) یعقوب علیہ السلام (11) یوسف علیہ السلام (12) شعیب علیہ السلام (13) موسیٰ علیہ السلام (14) ھارون علیہ السلام (15) داود علیہ السلام (16) سلیمان علیہ السلام (17) الیاس علیہ السلام (18) ایوب علیہ السلام (19) الیسع علیہ السلام (20) ذوالکفل علیہ السلام (21) یونس علیہ السلام (22) زکریا علیہ السلام (23) یحیٰ علیہ السلام (24) عیسیٰ علیہ السلام (25) محمد ﷺ

قرآن کریم میں وارد انبیاء کو ایک شاعر نے یوں شعری قالب میں ڈھالا ہے:

وفی تلک حجتنا منهم ثمانية
من بعد عشر ويبقى سبعة وهُمُ
ادريس هود شعيب صالح وكذا
ذوالكفل آدم بالمختار قدختموا

ترجمہ: قرآن کریم کی آیت "تلک حجتنا، میں ۱۸ انبیاء کا ذکر ہے، اور سات باقی رہ جاتے ہیں وہ ہیں ادریس، ھود، شعیب، صالح، ذوالکفل، آدم اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔

قرآن کریم میں ان پچیس انبیاء کا تفصیلی ذکر ہوا ہے جو بیک وقت نبی بھی تھے اور رسول بھی، اور یہی ان کی ترتیب زمنی بھی ہے، اگر چہ ان میں سے بعض کی ترتیب میں علماء کے درمیان اختلاف ہے، وہ ہیں یونس علیہ السلام، ایوب علیہ السلام اور ذوالکفل علیہ السلام (اس سلسلے میں کتاب: لارتباط الزمنی والعقائدی بین الانبياء والرسل للدكتور الحاج محمد وصيفی)۔

(1) اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ وَتِلْكَ حُجَّتُنَا آتَيْنَاهَا إِبْرَاهِيمَ عَلَىٰ قَوْمِهِ نَرْفَعُ دَرَجَاتٍ مَّن نَّشَاءُ ۗ إِنَّ رَبَّكَ حَكِيمٌ عَلِيمٌ (۸۳) وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ كُلًّا هَدَيْنَا وَنُوحًا هَدَيْنَا مِن قَبْلُ وَمِن ذُرِّيَّتِهِ دَاوُودَ وَسُلَيْمَانَ وَأَيُّوبَ وَيُوسُفَ وَمُوسَىٰ وَهَارُونَ وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ (۸۴) وَزَكَرِيَّا وَيَحْيَىٰ وَعِيسَىٰ وَإِلْيَاسَ كُلٌّ مِّنَ الصَّالِحِينَ (۸۵) وَإِسْمَاعِيلَ وَالْيَسَعَ وَيُونُسَ وَلُوطًا وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعَالَمِينَ ﴾ (الأنعام: ۸۳ - ۸۶) ترجمہ: اور یہ ہماری حجت تھی وہ ہم نے ابراہیم (علیہ السلام) کو ان کی قوم کے مقابلہ میں دی تھی ہم جس کو چاہتے ہیں مرتبوں میں بڑھا دیتے ہیں۔ بے شک آپ کا رب بڑا حکمت والا بڑا علم والا ہے۔ اور ہم نے ان کو اسحاق دیا اور یعقوب۔ ہر ایک کو ہم نے ہدایت کی اور پہلے زمانہ میں ہم نے نوح کو ہدایت کی اور ان کی اولاد میں سے داؤد کو اور سلیمان کو اور ایوب کو اور یوسف کو اور موسیٰ کو اور ہارون کو اور اسی طرح ہم نیک کام کرنے والوں کو جزا دیا کرتے ہیں، اور (نیز) زکریا کو اور یحییٰ کو عیسیٰ کو اور الیاس کو، سب نیک لوگوں میں تھے۔ اور نیز اسماعیل کو اور یسع کو اور یونس کو اور لوط کو اور ہر ایک کو تمام جہان والوں پر ہم نے فضیلت دی۔

(۲) اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَىٰ آدَمَ وَنُوحًا وَآلَ إِبْرَاهِيمَ وَآلَ عِمْرَانَ عَلَى الْعَالَمِينَ ﴾ (آل عمران: ۳۳)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ نے تمام جہان کے لوگوں میں سے آدم کو اور نوح کو، ابراہیم کے خاندان اور عمران کے خاندان کو منتخب فرمالیا۔

(۳) اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ وَإِلَىٰ عَادٍ أَخَاهُمْ هُودًا ۚ قَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ ۖ إِنْ أَنتُمْ إِلَّا مُفْتَرُونَ ﴾ (ھود: ۵۰)

ترجمہ: اور قوم عاد کی طرف ان کے بھائی ھود کو ہم نے بھیجا، اس نے کہا میری قوم والو! اللہ ہی کی عبادت کرو، اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں، تم صرف بہتان باندھ رہے ہو۔

(۴) اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ وَإِلَىٰ ثَمُودَ أَخَاهُمْ صَالِحًا ۚ قَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ ۖ هُوَ أَنشَأَكُم مِّنَ الْأَرْضِ وَاسْتَعْمَرَكُمْ فِيهَا فَاسْتَغْفِرُوهُ ثُمَّ تُوبُوا إِلَيْهِ ۚ إِنَّ رَبِّي قَرِيبٌ مُّجِيبٌ ﴾ (ھود: ۶۱)

ترجمہ: اور قوم ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح کو بھیجا، اس نے کہا کہ اے میری قوم تم اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں، اسی نے تمہیں زمین سے پیدا کیا ہے اور اسی نے اس زمین میں تمہیں بسایا ہے، پس تم اس سے معافی طلب کرو اور اس کی طرف رجوع کرو، بے شک میرا رب قریب اور دعاؤں کا قبول کرنے والا ہے۔

(۵) اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ وَإِلَىٰ مَدْيَنَ أَخَاهُمْ شُعَيْبًا ۚ قَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ ۖ وَلَا تَنقُصُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيزَانَ ۚ إِنِّي أَرَاكُم بِخَيْرٍ وَإِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ مُّحِيطٍ ﴾ (ھود: ۸۴)

ترجمہ: اور ہم نے مدین والوں کی طرف ان کے بھائی شعیب کو بھیجا، اس نے کہا اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو۔ اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں اور تم ناپ تول میں بھی کمی نہ کرو، میں تو تمہیں آسودہ حال دیکھ رہا ہوں اور مجھے تم پر گھیر نے والے دن کے عذاب کا خوف (بھی) ہے۔

(۶) اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِدْرِيسَ وَذَا الْكِفْلِ ۖ كُلٌّ مِّنَ الصَّابِرِينَ ﴾ (الانبیاء: ۸۵)

ترجمہ: اور اسماعیل اور ادریس اور ذوالکفل یہ سب صابر لوگ تھے۔

(۷) اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ مُّحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِم مِّنْ أَثَرِ السُّجُودِ ذَٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنجِيلِ كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْأَهُ فَآزَرَهُ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوَىٰ عَلَىٰ سُوقِهِ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنْهُم مَّغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا ﴾ (الفتح: ۲۹)

ترجمہ: محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں کافروں پر سخت ہیں آپس میں رحم دل ہیں، تو انہیں دیکھے گا کہ رکوع اور سجدے کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ کے فضل اور رضامندی کی جستجو میں ہیں، ان کی یہی نشان ان کے چہروں پر سجدوں کے اثر سے ہے، ان کی یہی مثال تورات میں ہے اور ان کی مثال انجیل میں ہے، مثل اس کھیتی کے جس نے اپنا انکھوا نکالا پھر اسے مضبوط کیا اور وہ موٹا ہوگیا پھر اپنے تنے پر سیدھا کھڑا ہوگیا اور کسانوں کو خوش کرنے لگا تاکہ ان کی وجہ سے کافروں کو چڑائے، ان ایمان والوں اور نیک اعمال والوں سے اللہ نے بخشش کا اور بہت بڑے ثواب کا وعدہ کیا ہے۔

<u>سنت رسول میں انبیاء کا ذکر:</u>

سنت رسول ﷺ میں بھی کثرت کے ساتھ انبیاء ورسل کا ذکر ہوا ہے، لیکن دو انبیاء ایسے ہیں جن کا ذکر سنت ہی میں ہوا ہے، قرآن کریم میں ان کا ذکر نہیں ملتا، وہ ہیں۔

(۱) شیث علیہ السلام: شیث علیہ السلام کے بارے میں حدیثوں میں صراحتاً یہ ذکر ہے کہ ان پر پچاس صحیفے نازل کئے گئے تھے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ شیث علیہ السلام نبی ہیں، " فعن أبي ذر مرفوعا: أنه أنزل عليه خمسون صحيفة " (الاحسان ۲/۷۶)

(2) یوشع بن نون علیہ السلام: یوشع بن نون علیہ السلام کے بارے میں کچھ صحیح احادیث مروی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ یوشع علیہ السلام نبی تھے، رسول ﷺ کا فرمان ہے۔ "ان الشمس لم تحبس الا ليوشع ليالي سار الى بيت المقدس " (مسند احمد ۲/ ۳۲۵) ابن کثیر فرماتے ہیں "هو على شرط البخاري، البداية والنهاية (۱/ ۳۸۵) اور حافظ ابن حجر نے صحیح قرار دیا ہے، فتح الباری ۶/ ۲۲۱)

<u>انبیاء ورسل سے متعلق ہماری ذمہ داریاں:</u>

قرآن وحدیث کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر مسلمان پر انبیاء ورسل سے متعلق کچھ واجبات وذمہ داریاں ہیں۔ جو ذیل کے سطور میں ہیں۔

<u>پہلی ذمہ داری</u>: تمام انبیاء ورسل پر ایمان: انبیاء ورسل پر ایمان، ایمان کا جزء ہے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے مختلف انداز سے انبیاء ورسل پر ایمان لانے کا حکم دیا ہے، بلکہ انبیاء ورسل پر ایمان دین کا اہم اور بنیادی اصول میں سے ہے۔

قرآن وحدیث میں انبیاء ورسل پر ایمان لانے کا حکم دیا گیا ہے۔

۱- اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ آمَنَ الرَّسُولُ بِمَا أُنزِلَ إِلَيْهِ مِن رَّبِّهِ وَالْمُؤْمِنُونَ كُلٌّ آمَنَ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّن رُّسُلِهِ وَقَالُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ ﴾ (البقرۃ: ۲۸۵)

ترجمہ: رسول ایمان لایا اس چیز پر جو اس کی طرف اللہ تعالیٰ کی جانب سے اتری اور مومن بھی ایمان لائے، یہ سب اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے، اس کے رسولوں میں سے کسی میں ہم تفریق نہیں کرتے، انہوں نے کہہ دیا کہ ہم نے سنا اور اطاعت کی، ہم تیری بخشش طلب کرتے ہیں اے ہمارے رب! اور ہمیں تیری ہی طرف لوٹنا ہے۔

۲- اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَلَٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّينَ (البقرہ: ۱۷۷)

ترجمہ: اور حقیقتاً اچھا وہ شخص ہے جو اللہ تعالیٰ پر، قیامت کے دن پر، فرشتوں پر، کتاب اللہ اور نبیوں پر ایمان رکھنے والا ہو۔

۳- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ قُلْ آمَنَّا بِاللَّهِ وَمَا أُنزِلَ عَلَيْنَا وَمَا أُنزِلَ عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطِ وَمَا أُوتِيَ مُوسَىٰ وَعِيسَىٰ وَالنَّبِيُّونَ مِن رَّبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّنْهُمْ وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ ﴾ (آل عمران: ۸۴)

ترجمہ: آپ کہہ دیجئے کہ ہم اللہ تعالیٰ پر اور جو کچھ ہم پر اتارا گیا ہے اور جو کچھ ابراہیم (علیہ السلام) اور اسماعیل (علیہ السلام) اور اسحاق (علیہ السلام) اور یعقوب (علیہ السلام) اور ان کی اولاد پر اتارا گیا اور جو کچھ موسیٰ وعیسیٰ (علیہما السلام) اور دوسرے انبیا (علیہم السلام) اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیئے گئے ان سب پر ایمان لائے، ہم ان میں سے کسی کے درمیان فرق نہیں کرتے اور ہم اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار ہیں۔

۴- اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا آمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَالْكِتَابِ الَّذِي نَزَّلَ عَلَىٰ رَسُولِهِ وَالْكِتَابِ الَّذِي أَنزَلَ مِن قَبْلُ وَمَن يَكْفُرْ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِيدًا ﴾ (النساء: ۱۳۶)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ پر، اس کے رسول (ﷺ) پر اور اس کتاب پر جو اس نے اپنے رسول (ﷺ) پر اتاری ہے اور ان کتابوں پر جو اس سے پہلے اس نے نازل فرمائی ہیں، ایمان لاؤ! جو شخص اللہ تعالیٰ سے اور اس کے فرشتوں سے اور اسکی کتابوں سے اور اس کے رسولوں سے اور قیامت کے دن سے کفر کرے وہ تو بہت بڑی دور کی گمراہی میں جا پڑا۔

۵- اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ إِنَّ الَّذِينَ يَكْفُرُونَ بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ

وَيُرِيدُونَ أَن يُفَرِّقُوا بَيْنَ اللَّهِ وَرُسُلِهِ وَيَقُولُونَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَنَكْفُرُ بِبَعْضٍ وَيُرِيدُونَ أَن يَتَّخِذُوا بَيْنَ ذَٰلِكَ سَبِيلًا (١٥٠) أُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ حَقًّا وَأَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ عَذَابًا مُّهِينًا ﴾(النساء:۱۵۰-۱۵۱)

ترجمہ: جولوگ اللہ کے ساتھ اوراس کے پیغمبروں کے ساتھ کفر کرتے ہیں اور جولوگ یہ چاہتے ہیں کہ اللہ اوراس کے رسولوں کے درمیان فرق رکھیں اور جولوگ کہتے ہیں کہ بعض نبیوں پر ہمارا تو ایمان ہے اور بعض پر نہیں اور چاہتے ہیں کہ اس کے اور اس کے بین بین کوئی راہ نکالیں، یقین مانو کہ یہ سب لوگ اصلی کافر ہیں، اورکافروں کے لئے ہم نے اہانت آمیز سزا تیار کررکھی ہے۔

اسی طرح حدیث جبریل میں رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے "أن تومن بالله وملائكته وكتبه ورسله واليوم الآخر وتومن بالقدر خيره وشره" (صحیح مسلم حدیث:۸)

انبیاء ورسل پر ایمان لانے میں مندرجہ ذیل امور کا لحاظ ضروری ہے۔

(۱) تمام انبیاء ورسل پر ایمان لانا، ان کی تصدیق کرنا، ان کی نبوت ورسالت کا اقرار کرنا اوراس بات کا اقرار کرنا کہ انہوں نے اللہ کی جانب سے جو کچھ بھی خبر دیا ہے وہ ان میں سچ ہیں۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:"ولابدفي الايمان ان يومن العبدبالله وملائكته وكتبه ورسله واليوم الآخر وتومن بكل رسول ارسله وكل كتاب انزله" (الفرقان بين اولياء الرحمن واولياالشيطان ص ۷۷)

ترجمہ: اورایمان میں ضروری ہے، کہ بندہ ایمان لائے اللہ پراوراسکے فرشتوں پراسکی کتابوں پراوراسکے رسولوں پراور یوم آخرت پراور ہم اس رسول پر ایمان لائے جسے اللہ نے مبعوث فرمایا اور ہراس کتاب پر ایمان لائے جسے اللہ نے نازل کی۔

(۲) انبیاء ورسل پر ایمان میں تفریق نہ کرنا۔

آدم علیہ السلام سے لیکر محمد ﷺ تک تمام انبیاء ورسل پر ایمان لانا، اورایمان میں ذرہ برابر تفریق نہ کرنا اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:﴿ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّن رُّسُلِهِ وَقَالُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ ﴾(البقرۃ:۲۸۵)

ترجمہ: اس کے رسولوں میں سے کسی میں ہم تفریق نہیں کرتے انہوں نے کہہ دیا کہ ہم سنا اور اطاعت کی ہم تیری بخشش طلب کرتے ہیں اے ہمارے رب! اور ہمیں تیری ہی طرف لوٹنا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:﴿ إِنَّ الَّذِينَ يَكْفُرُونَ بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ وَيُرِيدُونَ أَن يُفَرِّقُوا بَيْنَ اللَّهِ وَرُسُلِهِ وَيَقُولُونَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَنَكْفُرُ بِبَعْضٍ وَيُرِيدُونَ أَن يَتَّخِذُوا بَيْنَ ذَٰلِكَ سَبِيلًا (١٥٠) أُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ حَقًّا وَأَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ عَذَابًا مُّهِينًا ﴾(النساء:۱۵۰-۱۵۱)

ترجمہ: جولوگ اللہ کے ساتھ اوراس کے پیغمبروں کے ساتھ کفر کرتے ہیں اور جولوگ چاہتے ہیں کہ اللہ اوراس کے رسولوں کے درمیان فرق رکھیں اور جولوگ کہتے ہیں کہ بعض نبیوں پر تو ہمارا ایمان ہے اور بعض پر نہیں اور چاہتے ہیں کہ اس کے اوراس کے بین بین کوئی راہ نکالیں، یقین مانو کہ یہ سب لوگ اصلی کافر ہیں، اور کافروں کے لئے ہم نے اہانت آمیز سزا تیار کررکھی ہے۔

قال ابن كثير رحمه الله: "والمقصود ان من كفربنبي من الانبياء فقد كفر بسائر الانبياء فان الايمان واجب بكل نبي الله الى اهل الارض" (تفسير ابن كثير ١/ ٥٠٩)

ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اوراس سے مراد یہ ہے کہ جس نے انبیاء کرام میں سے کسی نبی کا انکار کیا گویا اس نے تمام انبیاء کا انکار کیا بے شک اہل زمین پر اللہ کے ہر نبی پر ایمان لانا واجب ہے۔

(۳) بعض انبیاء ورسل پر اجمالی ایمان ہوگا اور بعض پر تفصیلی ایمان جن انبیاء ورسل کا تذکرہ تفصیلی طور پر ہوا ہے ان پر تفصیلی ایمان ہوگا اور جن کا اجمالی ذکر ہوا ہے ان پر اجمالی ایمان ہوگا۔ جیسا کہ اس کی تفصیل گذر چکی ہے۔

(۴) انبیاء ورسل سے متعلق وارد تمام صفات وخصائص پر ایمان لانا: قرآن وحدیث میں وارد جملہ انبیاء ورسل کے ان تمام صفات حمیدہ وخصائص جمیلہ پر ایمان لانا واجب ہے جن کا ذکر قرآن وحدیث میں ہوا ہے۔ ان تمام نصوص سے معلوم ہوا کہ انبیاء ورسل پر ایمان لانا واجب وضروری ہے اور یہ اتفاقی مسئلہ ہے۔

قال ابن تيميه رحمه الله "مما اتفق عليه المسلمون انه يجب الايمان بكل نبي ومن كفر بنبي واحد فهو كافر، ومن سبه وجب قتله باتفاق العلماء" (منهاج السنة النبوية ٦/ ١٨٨)

ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جس پر تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ ہر نبی پر ایمان لانا واجب ہے اور جس نے کسی ایک نبی کا انکار کیا وہ کافر ہے اور جس نے نبی کو گالی دی اس کو قتل کرنا واجب ہے یہ علماء کا متفقہ فیصلہ ہے۔

دوسری ذمہ داری: انبیاء کرام کے متعلق دوسری ذمہ داری یہ ہے کہ ان سے متعلق معرفت وجانکاری حاصل کی جائے، ان کی صفات وخصائص سے متعلق سیر بحث علم حاصل کیا جائے۔

تیسری ذمہ داری: انبیاء ورسل سے محبت کی جائے، ان کی تعظیم کی جائے۔

چوتھی ذمہ داری: تمام مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ انبیاء ورسل کی اقتداء وپیروی کریں، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:﴿ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ قُل لَّا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرَىٰ لِلْعَالَمِينَ ﴾(الانعام:۹۰)

ترجمہ: یہی لوگ ایسے تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت کی تھی، سو آپ بھی انہیں کے طریق پر چلئے آپ کہہ دیجئے کہ میں تم سے اس پر کوئی معاوضہ نہیں چاہتا یہ تو صرف تمام جہان والوں کے واسطے ایک نصیحت ہے۔

☆☆☆

وقف
مدارس ومساجد کی مستقل آمدنی کا معقول ذریعہ

انصار زبیر محمدی، ممبئی

معاشی تنگی سے اس وقت پوری دنیا پریشان ہے، نوٹ بندی اور جی ایس ٹی سے ہمارے ملک کی معیشت بھی زوال کی طرف ہے، ہمارے ملک میں دینی مدارس و جامعات کا کوئی معقول انتظام نا کے برابر ہے، اسی لیے معاشی اور اکنامی طور پر ان کا کوئی مستقبل نہیں نظر آتا ہے، چونکہ بیشتر مدارس عوامی تعاون سے چلتے ہیں، اور ملک کی معیشت کا اثر ان اداروں پر بھی پڑ رہا ہے۔ ماضی میں بعض مدارس و جامعات نے حکومتی مراعات لے کر اپنا بوجھ ہلکا کرنا چاہا، ابتداء میں اہل مدارس بہت خوش تھے، یوپی وبہار میں علماء کی ایک بڑی تعداد اس سے مستفید ہو رہی تھی، لیکن اس کی بے برکتی کے اثرات بھی نمایاں ہیں، جس کی وجہ سے مدارس و جامعات کے مستقبل کے بارے میں لوگ ایک تشویش میں مبتلا ہیں۔ سوال یہ ہے کہ اس کا حل کیا ہے؟ مدارس کیسے چلیں گے، غریب طلبہ علم کیسے حاصل کریں گے؟

انگریزی استبداد کے دور میں تحریک ولی اللہی نے چٹکیوں کا نظم کیا تھا، جس کی صورت یہ تھی کہ ہر گھر میں جتنے افراد کا کھانا پکتا تھا، ایک مخصوص برتن میں چٹکی سے اس میں بھی اتنی ہی مٹھی آٹا یا چاول رکھ دیا جاتا تھا اور پھر اس غلہ کو گھروں سے جمع کیا جاتا، جس سے ہمارے مدارس چلتے تھے، طلبہ علم حاصل کرتے اور دین کی نشر و اشاعت کرتے تھے۔

مملکۃ التوحید سعودی عرب میں گزشتہ تیس سال کے عرصہ میں خیراتی اداروں کی وقف جائدادیں اس قدر ہوگئی ہیں کہ اب ان کی آمدنی سے پورے ملک کے ادارے چل سکتے ہیں۔ عہد ماضی کی طرح آج بھی وقف کا نظام اگر متحرک کر دیا جائے تو یہ ایک معقول ومناسب حل ہے۔

بلاشبہ یہ دنیا آخرت کی کھیتی اور عمل کرنے کی جگہ ہے، مومن بندے پر اللہ تعالیٰ کا خصوصی فضل واحسان ہے کہ اس کے اعمال کا سلسلہ اس کی موت پر ختم نہیں ہوتا بلکہ اس کے بعض اعمال ایسے ہیں جن کا سلسلہ اس کی موت کے بعد بھی جاری رہتا ہے۔

صحابہ کرام تابعین اور ہمارے اسلاف کرام نے معیشت کی تنگی اور پریشان حالی کے باوجود وقف اور صدقہ جاریہ کا بھرپور اہتمام کیا تھا، مگر جب اللہ نے انہیں خوش حالی دی، ان پر زمین کے خزانے کھول دیئے تو انہوں نے آخرت کی کاشتکاری وآبیاری میں مصروف رہ کر بقیہ زندگی گزاری اپنے مال سے اسلامی فوج کو مسلح کیا، فقراء ومساکین کی مدد کی، یتیموں کے کام آئے، بیواؤں کے آنسو پوچھے، گویا ان کے دل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی سچی تصویر بن گئے تھے۔ ''**اذا مات الانسان انقطع عنه عمله الا من ثلاث: صدقة جارية او علم ينتفع به، او ولد صالح يدعو له**'' (رواہ مسلم)

جب انسان مرجاتا ہے تو اس کے اعمال کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے، مگر تین چیزوں سے صدقہ جاریہ، نفع بخش علم، نیک اولاد جو دعا کرے۔

اللہ تعالیٰ نے وقف کو مشروع قرار دیا ہے، اور اسے اپنی قربت کا ایک ذریعہ بتایا ہے چنانچہ ایک حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: ''**ان مما يلحق المومن من عمله وحسناته، بعد موته، علما نشره، او ولدا صالحا تركه ومصحفا ورثه، او مسجدا بناه، او بيتا لا بن السبيل بناه، او نهرا اجراه، او صدقة اخرجها من ماله في صحته وحياته، تلحقه من بعد موته**'' (رواہ ابن ماجہ وحسنہ الالبانی)

جن اعمال اور نیکیوں کا اجر مومن کو اس کی موت کے بعد ملتا رہتا ہے ان میں وہ علم جسے اس نے پھیلایا، صالح اولاد جسے وہ چھوڑ کر دنیا سے رخصت ہو جائے، مصحف جو چھوڑ جائے یا مسجد بنوادے، مسافروں کے لیے مسافر خانہ بنوادے، نہر (کنواں، ہینڈ پائپ یا پانی کا انتظام کردے) کھودوادے، یا اپنی زندگی ہی میں صحت وسلامتی کی حالت میں صدقہ کر جائے، تو انہیں اپنی موت کے بعد پائے گا۔

ہمارے اسلاف کرام نے اپنی بڑی جائیدادیں وقف کیں، ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس مکہ میں کئی مکانات تھے جسے انہوں نے اپنے بچوں پر وقف کر دیا تھا، عمر رضی اللہ عنہ کو خیبر میں زمین ملی تھی ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرتے ہیں یا رسول اللہ مجھے خیبر میں زمین ملی ہے جس سے بہتر حال مجھے کبھی نہیں ملا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر چاہو تو اس کی اصل اپنے پاس روک لو اور اسی کے ذریعہ صدقہ کرو، عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے ذریعہ فقراء، مساکین، قرابت داروں، مسافرین، غلام آزاد کرنے اور مہمانوں میں صدقہ کا کام کیا۔ (رواہ مسلم)

عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے خیبر کی اپنی جائیداد اپنے بچوں پر وقف کردی تھی، اسی طرح بئر رومہ خرید کر اللہ کے لیے وقف کر دیا تھا۔ علی بن ابی طالب رضی اللہ

عنہ نے ینبع میں پانی کا ایک چشمہ خرید کر عام مسلمانوں کے لیے وقف کردیا تھا، اسی طرح جہنم کی گرمی سے بچنے کے لیے ابی نیز اور بغیبہ کے چشموں کو فقراء مدینہ اور عام مسافروں کے لیے وقف کردیا تھا، اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا نے اپنا پورا گھر صدقہ کردیا تھا، ام المومنین ام حبیبہ بنت سفیان رضی اللہ عنہا نے اپنی پوری زمین صدقہ کردی تھی۔

ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ کے پاس مدینہ میں کھجور کے باغات سب سے زیادہ تھے ان کے باغوں میں بیرحاء نامی سب سے پسندیدہ باغ تھا جس کا محل وقوع مسجد نبوی کے سامنے تھا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا پانی بہت پسند تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں جا کر اس کا پانی پیتے، جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ''**لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون**'' (آل عمران:۹۲)

تو ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض فرماتے ہیں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (کہ تم بھلائی کو اس وقت تک نہیں پاسکتے جب تک کہ اپنی پسندیدہ چیزیں اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرو) اور میرے نزدیک سب سے پسندیدہ مال بیرحاء ہے میں اسے اللہ کی راہ میں صدقہ کرتا ہوں میں اللہ سے اس کی بھلائی کا خزانہ طلب کرتا ہوں یارسول اللہ میرا یہ صدقہ اللہ کی پسندیدہ جگہ رکھیں، یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بخ بخ (واہ واہ) یہ نفع بخش مال ہے تم نے جو کچھ کہا ہے میں نے اسے سن لیا، اسے اپنے قرابتداروں میں دیدو، ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یارسول اللہ میں ویسے ہی کروں گا، اس کے بعد ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے اسے اپنے قرابتداروں اور چچازاد بھائیوں میں تقسیم کردیا۔ (رواہ البخاری ومسلم عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ)

وقف کی تعریف: اصل کو روک کر اس سے منافع کی راہ نکالنا وقف کہلاتا ہے۔

وقف کی قسمیں: مسجد کی تعمیر میں حصہ لینا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَلَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ فَعَسٰٓى اُولٰٓئِكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ (سورہ التوبہ:۱۸)

اللہ کی مسجدوں کی رونق وآبادی تو ان کے حصے میں ہے جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہوں، نمازوں کے پابند ہوں، زکاۃ دیتے ہوں، اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈرتے ہوں، یقیناً یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: ''**من بنى لله مسجدا بنى الله له بيتا فى الجنة**'' (رواہ البخاری ومسلم)

جس نے اللہ کے لیے مسجد تعمیر کی، اللہ اس کے لیے جنت میں محل تعمیر کریں گے، ابن ماجہ کی روایت میں ہے کہ (جس نے اللہ کے لیے مسجد تعمیر کی خواہ وہ پرندے کے گھونسلے کے برابر یا اس سے بھی چھوٹی ہو، اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں محل تعمیر کریں گے۔

(۲) وقف برائے جہاد: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ''جس نے اللہ پر ایمان اور اس کے وعدے کی تصدیق کرتے ہوئے اس کی راہ میں گھوڑا وقف کیا تو اس کا دانہ پانی اور گوبر پیشاب، قیامت کے دن اس کے پلڑے میں ہوگا۔

(۳) فقراء ومساکین، بیوگان اور معذورین اور محتاجوں کے لیے کپڑے وقف کرنا، آج بہت سارے مسلمان مردوں اور عورتوں کو ستر پوشی کے لیے کپڑا میسر نہیں ہے۔

(۴) لائبریریوں کے لیے دینی کتابیں وقف کرنا۔

(۵) قدیم دینی کتابوں کو پی ڈی ایف میں منتقل کرکے پوری دنیا کے لیے قابل استفادہ بنانا۔

(۶) مسلمان بچوں اور بچیوں کے لیے دینی وعلمی مدارس کا انتظام کرنا، غریب طلبہ کے لیے کتابوں کا انتظام کرنا، ان کے تعلیمی اخراجات برداشت کرنا۔

(۷) حسب ضرورت اسپتال اور دواؤں کا انتظام کرنا۔

(۸) اسلام کے دعاۃ ومبلغین کی سہولت کے لیے ایسی چیزیں وقف کی جائیں جو اسلام کی نشر واشاعت میں معاون ہوں جیسے گاڑی، آفس، کتابیں وغیرہ۔

(۹) توحید کی دعوت کو عام کرنے کے لیے اسلامی کتابوں اور کیسٹوں کی نشر واشاعت میں حصہ لینا، انہیں وقف کرنا۔

(۱۰) یتیموں کی دیکھ ریکھ کے لیے (دارالایتام) مکانات تعمیر کرنا۔

(۱۱) حفظ قرآن کے لیے مکانات اور جگہوں کو وقف کرنا۔

(۱۲) قرآن حفظ کرانے والے مدرسین اور اساتذہ کی تنخواہوں کا انتظام کرنا۔

(۱۳) بھوکے لوگوں کے لیے کھانے کا انتظام کرنا۔

(۱۴) کفر وشرک اور بدعت میں لت پت انسانیت کے لیے ہدایت کا اہتمام کرنا، دعوتی مراکز سے رابطہ قائم کرکے انکا تعاون کرنا۔

(۱۵) پریشان حال اور مقروض مسلمانوں کی مدد کرنا، کتنے ایسے مسلمان ہیں جنہیں قرض اور پریشان حالی کی وجہ سے راتوں کو نیند نہیں آتی، ان کے شب وروز قرض خواہوں کے رحم وکرم پر گزرتے ہیں۔

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''**من فرج عن مسلم كربة فرج الله عنه بها كربة من كرب يوم القيامة**'' (متفق علیہ) جس نے کسی مسلمان کی دنیا میں تکلیف دور کی۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی تکلیف دور فرمائیں گے۔

(۱۶) مسلمان مردوں کی تدفین کی خاطر قبرستان کے لیے زمین وقف کرنا، قبرستان کی چہاردیواری کا انتظام کرنا۔

(۱۷) قرآن کریم کے نسخے خرید کر مسجدوں اور عام مسلمانوں میں وقف کرنا،

اس کا ترجمہ وتفسیر خرید کر لوگوں میں تقسیم کرنا، ہم نے تو بعض بڑی اور جامع مسجدیں ایسی دیکھی ہے جہاں ایک بھی مصحف نہ تھا۔

(۱۸) مفید و دینی اسلامی رسائل وجرائد کو اپنے خرچ پر مدارس، مساجد، کالجز، یونیورسٹی، جنرل لائبریری اور عام لوگوں تک پہنچانے کا انتظام کرنا۔

(۱۹) مسلمان قیدیوں کو چھڑانے میں اپنا مال خرچ کرنا۔

برادران اسلام: اختصار کے ساتھ وقف کی یہ چند صورتیں تھیں، جب ہم انہیں نافذ کریں گے تو ملک میں مدارس ومساجد کا روشن مستقبل نظر آئے گا، اس لیے کہ وقف کی ساری صورتیں خدمت دین کے لیے ہیں، اور مدارس وجامعات دین کے قلعے ہیں، عہد مغلیہ کے ایک لال قلعہ پر پورا ملک فخر کرتا ہے، مدارس وجامعات کے لیے استحکام سے آنے والی نسلیں ان قلعوں پر فخر کریں گی، اگر ہم نے وقف کا نظام نہیں بنایا تو مستقبل میں دینی تعلیم کا حصول اور اداروں کا جاری رکھنا بہت آسان نہیں رہ جائے گا۔

کتنے ایسے لوگ ہیں جن کے پاس کروڑوں سے زائد مال تھا لیکن انہوں نے اپنے مال میں سے کچھ وقف نہیں کیا ان کی وفات کے بعد ان کی اولاد نے ایک مسجد بھی نہیں بنوائی، ان کے بچوں نے دینی تعلیم کی اشاعت کے لیے کوئی قدم نہیں اٹھایا، کتنے ایسے بدنصیب ہیں جنہوں نے اپنا سارا مال کھانے پینے اور فضول چیزوں میں خرچ کر دیا اور آخرت کے لیے کچھ نہ کر سکے۔

یہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے، یہاں جو کاشت کریں گے قیامت کے دن وہی کاٹیں گے، کیا آپ کو معلوم نہیں کہ موت کا فرشتہ آپ کی راہ تک رہا ہے، موت اچانک آئے گی اس وقت آپ کے صدقات اور اللہ کی راہ میں دیئے گئے عطیات ہی کام آئیں گے۔

میرے محترم اسلامی بھائیو! یہ مال جو آپ کے پاس ہے اس کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ جسے آخرت کے لیے خرچ کر کے اللہ عزوجل کی بارگاہ میں ذخیرہ کر لیتے ہیں اور دوسرا وہ جو ہمارے ورثاء کا ہے، جس کی تقسیم کا انہیں صبح وشام انتظار رہتا ہے، جسے ہماری موت کے بعد وہ آپس میں تقسیم کرلیں گے، میرے محترم اسلامی بھائیو، آپ اپنے آباء واجداد کی زندگی پر غور کریں، ان کی پریشاں حالی، فقر وتنگ دستی اور فاقہ کشی کیا ہمارے لیے عبرت نہیں ہے؟ اس لیے اپنی خوش حالی سے فائدہ اٹھائیں، اس سے دنیا وآخرت دونوں جہاں میں ہمارا فائدہ ہوگا، آپ کا صدقہ دنیا کے اندر آپ کے مال میں برکت اور آخرت میں جہنم کی آگ سے بچاؤ کا ذریعہ ہوگا، اللہ سے دعا ہے کہ آپ کے صدقات قبول فرما کر دخول جنت کا ذریعہ بنائے۔ آمین

☆☆☆

مرکزی جمعیت اہل حدیث کی تازہ ترین پیش کش

تاریخ ردقادیانیت اور خدمات اہل حدیث کے سلسلہ میں معلومات کا خزانہ

ڈاکٹر بہاء الدین حفظہ اللہ کے قلم سے

تحریک ختم نبوت (1 تا 25 جلدیں)

تاریخ اهل حدیث (1 تا 8 جلدیں)

مکتبہ ترجمان کی مطبوعات پر 50% کی رعایت، مدارس، جامعات، مکتبات اور تاجران کتب درج ذیل پتہ سے طلب کریں۔

ملنے کا پتہ

مکتبہ ترجمان

اہل حدیث منزل، 4116، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی۔110006

فون: 011-23273407، فیکس: 011-23246613

ازدواجی زندگی! ایک دوسرے کے حقوق کو سمجھنے کی ضرورت

محمد یعقوب عبدالخالق تیمی
جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ

معاشرے میں مختلف النوع خوفناکیاں سر اٹھا رہی ہیں۔ خواتین کے ظلم وجبر کا ہدف بننا بھی انہی خوفناکیوں میں سے ایک ہے۔ آفاقی تعلیمات کو چھوڑ کر جب ایک انسان ہوائے نفس کا مطیع بن جاتا ہے، تو اس کا لازمی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ انسان اپنے اصل زمرے سے نکل کر وحشی بن جاتا ہے، پھر اس سے شائستگی، نرمی، خیر، اخلاق، انصاف، عدل، پیار ومحبت اور ہمدردی کی کیا توقع رکھی جاسکتی ہے۔ یاد رہے کہ قوموں کی شناخت اصول، آدرش اور کسی مقصد حیات سے ہوتی ہے۔ مگر ایسا لگ رہا ہے کہ ہمارے ہاں اصولوں اور آدرشوں کا سینہ چھلنی کیا جارہا ہے، لیکن یہ بھی اٹل حقیقت ہے کہ اصولوں اور آدرشوں کا سینہ چھلنی کرنے والے گروہ ملامتوں اور نفرتوں کا نشانہ بنے رہتے ہیں۔ زمینی حقیقتیں بڑی سخت جان اور ایسی بڑی منہ زور ہوتی ہیں کہ آنکھیں بند کرلیں تو بھی صاف دکھائی دیتی رہتی ہیں جب معاشرہ شر وفساد کے الاؤ کی نذر ہوجاتا ہے تو پھر لاکھ دل ودماغ کی شورش کو تھپکیاں دے کر سلانے کی کوشش کی جائے، لیکن انہیں سلایا نہیں جاسکتا جب ایک مرد منتقم المزاج اور چڑچڑا ہو، صنف نازک کے خلاف اس کے سینے میں بل کھاتی کدورت ہو تو بھلا آگ سے کبھی پھول کھلا کرتے ہیں۔ بادی النظر میں وٹلب کے دلدوز واقعے کے پس منظر میں یہی بات نظر آرہی ہے کہ دین سے دوری اور میاں بیوی کے حقوق سے لاتعلقی کی وجہ سے ایک شوہر اپنی بیوی کا قاتل بن گیا۔ ان سطور کے لکھنے کا مقصد یہ ہے کہ میاں بیوی دونوں کو یہ احساس دلایا جائے کہ ان کی ازدواجی زندگی کی خوشگواری کا راز کن باتوں میں مضمر ہے اور یہ کہ ان کے گھر میں سکھ چین کیسے آسکتا ہے۔ ان سطور کو حوالۂ قرطاس کرنے کا یہ ہرگز مقصد نہیں کہ عورتوں کو مردوں کے مقابلے میں صف آرا ہونا چاہیے بلکہ مقصد یہ ہے کہ معاشرے میں میاں بیوی کی معاندانہ رقابت ختم کس طرح ہوسکتی ہے۔ دونوں میں صبر وتحمل، حلم وبردباری، عفو ودرگزر اور رواداری کا جذبہ اور اچھے اخلاق کیسے نمو پائیں۔ کیوں کہ وٹلب کے دلخراش واقعے نے سنجیدہ اور فہمیدہ فکر کے حاملین کو ہلا کر رکھ دیا ہے۔

جب اپنی شریک حیات کے حوالے سے مرد کا غور وفکر، عقل وخرد، تشخیص وتوجہ، مصلحت اندیشی وبارآوری اور صحیح ومنطقی بنیادوں پر استوار ہو تو پھر شوہر کے ہاتھوں اس کی زوجہ کبھی ہراساں اور پریشان نہیں ہوسکتی۔ پھر گھر ''گل اور باغباں'' کا منظر پیش کرے گا، اسلام کے نقطۂ نگاہ سے شوہر کا فریضہ ہے کہ گھر میں اپنی اہلیہ کا خیال بالکل ایسے رکھے جیسے نازک پھول کا خیال رکھا جاتا ہے۔ پھول کے ساتھ زور زبردستی کیجئے تو وہ ایک لحظہ میں بکھر جاتا ہے۔ لیکن اگر آپ نے پھول کی نزاکت کو سمجھا اور اس کے ساتھ نزاکت آمیز سلوک کیا تو وہ باعث زینت ہوگا، اپنا اثر دکھائے گا، اپنے محاسن ظاہر اور نمایاں کرے گا۔ جسمانی اور جذباتی نزاکتوں والی صنف نازک کو اس نظر سے دیکھنے کی ہمیشہ ضرورت ہے کیوں کہ عورت میں اس زنانہ نزاکت کو محفوظ رکھا گیا ہے جس کے زیر اثر اس کے تمام جذبات، خصوصیات اور خواہشات ہوتی ہیں۔ اس سے یہ توقع کیونکر ہونی چاہیے کہ وہ عورت ہوتے ہوئے بھی مردوں کی مانند کام کرے، اپنی خواہشات مردوں کے مطابق بنائے۔ عورت کے نسوانی انداز کو، جو اس کی فطری اور قدرتی چیز ہے اور جو اس کے تمام جذبات اور سرگرمیوں کا محور بھی ہے، اسلامی طرز فکر میں ملحوظ رکھا گیا ہے۔

صنف نازک پر ظلم ڈھانے کے اسباب وعلل پر غور کیا جائے تو یہ بات الم نشرح ہو جاتی ہے کہ یہ محض انسان کی جہالت کا نتیجہ ہے۔ جاہل انسان کا مزاج یہ ہوتا ہے کہ اسے کوئی دیکھتا ہے نہ کوئی طاقت اس کی نگرانی کررہی ہے، ایسے میں حالات کی ستم ظریفی یہ ہوتی ہے کہ عورت کی قدر ومنزلت اور مقام واہمیت کو نہیں سمجھا جاتا۔ اگر اس کی حقیقت کو سمجھا جاتا تو یہ عقدہ خود بخود کھل جاتا ہے کہ عورت وفا شعار اور ایثار ومحبت کا لازوال شاہکار ہے۔ ماں، بیوی، بہن، بیٹی چاہے وہ ان میں سے کسی بھی روپ میں ہو اس کا ہر رشتہ تقدس کا داعی ہے وہ عہد وفا کی سچی اور کردار کی بے داغ ہوتی ہے لیکن افسوس کہ آج کے معاشرے میں اس کو وہ اہمیت حاصل نہیں ہے جس کی وہ حقدار ہے مرد اسے کمزور بلکہ کمتر شئی سمجھتا ہے حالانکہ جس دین اسلام کے ہم ماننے والے ہیں اس نے عورت کو اس کا صحیح مقام ومرتبہ دیا اسے عزت وتوقیر عطا کی، اسلام نے عورت کو ظلم کی کال کوٹھری سے نکال کر اسے اس مقام پر بٹھا دیا جس کی وہ حقدار تھی لیکن المیہ یہ ہے کہ اسلام نے عورت کا جو معتبر اور قابل قدر کردار متعین کیا تھا ہم آج اسے ملحوظ خاطر نہیں رکھتے۔

بدقسمتی سے اس وقت بھی ماضی کی طرح عالمی سطح پر خواتین لامتناہی اور لاینحل مسائل سے دوچار ہیں اور وہ شدید رنج والم برداشت کررہی ہیں۔ خاندان، سماج اور معاشرے کے کثیر الجہت مظالم سے تنگ ہیں۔ بالفاظ دیگر وہ گھر کے اندر بھی مظلوم ہیں اور معاشرے میں بھی، گھر کے اندر عورتوں پر مردوں کا سب سے بڑا ظلم یہ ہے کہ مرد، عورت کو اپنی شریکہ حیات نہیں سمجھتا بلکہ ایک نوکرانی سے بھی گئی گذری شئی اسی لئے وہ پیار اور محبتوں کے تمام جذبات واحساسات کو عورت پر نثار نہیں کرتا حالانکہ اسے یہ کرنا چاہیے۔ بدمعاش قسم کے مرد گھر کے باہر غیر اخلاقی حرکتوں، عیاشیوں اور شہوانی مشغلوں میں مصروف ہیں جبکہ اپنے گھر کے اندر اس کی طرف سے ایک سرد مہری اور بے رخی کا انداز اور رویہ قائم ہے جو بالآخر منتقم المزاجی، بداخلاقی اور زور زبردستی کی حد تک پہنچ جاتا ہے حالانکہ گھر کو خوشحال بنانے کے لئے سب سے اہم بات میاں وبیوی کا باہمی تعاون اور تال میل ہوتا ہے۔ ایک والد اپنی بیٹی کو معلوم نہیں کیسی کیسی زحمتیں گوارا کرکے پیار ومحبت سے پالتا پوستا ہے۔ وہ جوانی کی دہلیز پر قدم رکھتی

جوماں باپ کے گھر میں ہنوز بچی ہی شمار کی جاتی ہے، لیکن جب اس کا نکاح ہوجاتا ہے اور وہ اپنے شوہر کے گھر چلی جاتی ہے جہاں اس سے یکبارگی یہ توقع لگائی جاتی ہے کہ وہ سسرال کی ہر بات سمجھے، ہر کام انجام دے اور ہر ہنر سے واقف ہو۔اس سے ذراسی غلطی ہوئی نہیں کہ چڑھائی کردی جاتی ہے جو ہرگز قرین انصاف نہیں۔انہی اوران جیسے بے شمار وجوہات کے باعث آج عورت کو معاشرے اور خاندان میں نہ صرف متعصّبانہ رویوں کا نشانہ بنایا جاتا ہے بلکہ اسے طرح طرح سے ہراساں اور مبتلائے رنج وغم رکھا جاتا ہے۔آزادخیال سوچ کا المیہ یہ ہے کہ وہ عورت کو تجارتی مال اور کاروباری تشہیر کا ایک ذریعہ سے زیادہ خیال نہیں کیا جاتا۔آزادخیال اشراف اسے کاروبار اور منافعوں کی بڑھوتری کے لیے ایک آلہ کار کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ایک طرف اگر ظالمانہ ذہنیت رکھنے والوں کا عورتوں پر ظلم وجبر غیر انسانی فعل اور غلامی ہے تو دوسری طرف مغرب میں عورتوں کے جسموں کو اشیاء (Products) بیچنے اور منافع کمانے کے لیے استعمال کرنا ہے۔

واضح رہے کہ دنیا کی آدھی آبادی عورتوں پر مشتمل ہے اور انسانی زندگی کا دار ومدار جتنا شوہروں پر ہے اتنا ہے زوجات پر بھی ہے جبکہ فطری طور پر عورتیں خلقت کے انتہائی اہم امور سنبھال رہی ہیں۔خلقت کے بنیادی امور جیسے عمل پیدائش اور تربیت اولاد عورتوں کے ہاتھ میں ہے۔جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ عورتوں کا مقام بہت ہی اہمیت کا حامل ہے۔اس لئے ایک شوہر اپنی بیوی کو ایسی مخلوق کے طور پر دیکھے کہ جو بلند انسانوں کی پرورش کرکے معاشرے کی فلاح وبہبود اور سعادت وکامرانی کی راہ ہموار کرسکتی ہے، تب اندازہ ہوگا کہ زوجہ کے حقوق کیا ہیں اور گھر اور معاشرے میں اس کی آزادی کی نوعیت کیا ہے۔اگرچہ ایک کنبہ تو میاں بیوی دونوں سے مل کے تشکیل پاتا ہے اور دونوں ہی اس کے اور آشیانے کا سکھ وچین زوجہ اور اس کے زنانہ مزاج پر موقوف ہے۔انسان کو جن چیزوں کی بہت زیادہ ضرورت ہے ان میں ایک سکون وچین ہے۔انسان کی خوش بختی اس میں مضمر ہے کہ ذہنی تلاطم اور اضطراب سے محفوظ ومطمئن رہے۔انسان کو یہ نعمت کنبے اور خاندان سے ملتی ہے سب کی حقیقت وماہیت ایک ہے۔سب ایک ہی حقیقت سے تعلق رکھتے ہیں۔سب کا جوہر اور سب کی حقیقت ایک ہے۔البتہ بعض خصوصیات کے لحاظ سے کچھ فرق ضرور ہے چنانچہ ان کے فرائض بھی الگ الگ ہیں۔اس لئے لازم ہے کہ دونوں مخالف صنف ایک دوسرے کی معیت میں طمانیت حاصل کریں۔جس طرح گھر میں داخل ہونے پر داخلی فضا پر محیط سکون وچین، مہربان، محبتی اور امانتدار اور پاکدامن بیوی پر نظر پڑنا ایک شوہر کے لئے باعث سکون وطمانیت ہوتا ہے۔عین اسی طرح ایک بیوی کے لئے بھی ایسے میاں اور ایسے مہربان وصالح سرتاج کا وجود، جو اس سے محبت کرے اور مستحکم قلعے کی مانند اس کا پاسبان ہو، باعث سکون واطمینان اور موجب خوش بختی وسعادت ہوتی ہے بالفاظ دیگر شوہر کو قلبی سکون کے لئے گھر کی فضا میں بیوی کی ضرورت ہے اور بیوی کو سکون وچین کے لئے گھر میں شوہر کی احتیاج ہوتی ہے۔اس طرح دونوں کو سکون وچین کے لئے ایک دوسرے کی ضرورت ہے۔

اسلام خاندان کے اندر نیک بیوی کے کردار کو اتنی زیادہ اہمیت دیتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک پاکدامن بیوی نے خاندان کے فریضے کو سنبھالنا ہے تاکہ اس معاشرے کی انسانی نسلیں باشعور اور قابل افتخار ہوں۔اس لئے میاں بیوی کا معاملہ، گھر اور خاندان کا معاملہ بہت ہی اہم اور حیاتی نوعیت کا ہے۔یعنی اگر بیوی خاتون خانہ کے بجائے بہت بڑی ماہر ڈاکٹر یا ایجوکیشنلسٹ بن جائے مگر گھر کے فرائض سے عہدہ برآنہ ہوسکے تو یہ اس کے لئے ایک بڑا نقص اور کمی ہے۔گھر کی مالکہ کا وجود ضروری ہے، بلکہ گھر کا محور ہی یہی ہے یہ تو جاہلانہ عادات واطوار ہیں جس کی بنیاد پر میاں بیوی کچھ کام ایسے کرجاتے ہیں، جن کا اسلام اور اس کے نورانی احکامات سے کوئی لینا دینا نہیں ہے اور جس سے بالآخران کا گھر اجڑ جاتا ہے میاں بیوی کی اسلامی تربیت ہو تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ کنبہ اپنے شایان شان مقام ومنزل پر پہنچ گیا ہے۔اگر معاشرے میں دونوں علم واخلاقی کمالات پر فائز ہوجائیں تو گھر کی فضا زیادہ پاکیزہ اور محبت آمیز ہوجائے گی، بچوں کی درست تربیت ہوسکے گی، جس سے معاشرہ سدھر جائے گا، زندگی کی مشکلات زیادہ آسانی سے برطرف ہوں گی۔

میاں بیوی دونوں کے مزاج کی کچھ الگ الگ خصوصیات ہیں جیسا کہ عرض کیا جاچکا ہے کہ شوہر کو اپنی بیوی سے یہ توقع نہیں رکھنی چاہیے کہ وہ اس کے شانہ بشانہ کام کرے، زوجہ پر شوہر کا جاہلانہ انداز میں اپنی طاقت کا استعمال، تحکمانہ رویے اور جبرواکراہ کا کوئی حق نہیں ہے۔یہ خیال نہ کیا جائے کہ شوہر مالک ہے اور گھر کے کام، بچوں کی نگہداشت وغیرہ کو اس نے ایک سینئر نوکر کے سپرد کردیا ہے اور وہ سینئر نوکر اس کی بیوی ہے وہ جس طرح چاہے جاہلانہ تحکمانہ برتاؤ کرسکتا ہے۔مرد نے جاہلانہ تحکمانہ رویہ اپنایا، عورت کو خادمہ کی حیثیت سے دیکھا تو یہی جھگڑے کی جڑ ہے۔اسی طرح ایک بیوی اپنے شوہر سے عورتوں جیسا برتاؤ اور اسلوب کی توقع نہ رکھے۔دونوں کے مزاج اور فطرت کے الگ الگ تقاضے ہیں اور انسانی معاشرے میں، میاں بیوی کے سماجی نظام کی مصلحت اسی میں ہے کہ گھروں کے اندر ایک صنف اپنے دوسرے صنف کے مزاج اور ان کے فطری تقاضوں کا مکمل طور پر لحاظ رکھے۔اگر اس کا خیال رکھا گیا تو دونوں کی خوش بختی وکامیابی کی راہ ہموار ہوگی اور پھر کسی کو بھی دوسرے کے ساتھ زیادتی اور ناانصافی کرنے کا موقع نہیں ملے گا۔گھر کے اندر جہاں میاں بیوی کے درمیان گہرا محبت والفت کا رشتہ ہے، دونوں ایک دوسرے کے کام بڑے شوق اور رغبت سے انجام دیتے ہیں۔لیکن رغبت اور دلچسپی سے کوئی کام انجام دینا اور بات ہے اور اگر کوئی شخص یہ سمجھتا ہے یا اپنے انداز سے یہ ظاہر کرتا ہے کہ عورت ایک خادمہ کی طرح مرد کی خدمت کرے اور اسے اپنا فرض سمجھے تو یہ ایک الگ بات ہے۔واضح رہے کہ اسلام نے عورت کو اپنے شوہر کی خادمہ نہیں بلکہ اس کی شریک حیات قرار دیا ہے۔

☆☆☆

سلیقۂ اختلاف

طارق اسعد
جامعہ اسلامیہ، مدینہ منورہ

اس بات سے انکار ممکن نہیں کہ اختلاف ایک فطری امر ہے، اللہ رب العالمین نے جہاں لوگوں کو مختلف رنگ، نسل، عقل، دماغ، اور قد وقامت کے ساتھ پیدا فرمایا ہے وہیں ان کے آراء وافکار، خیالات اور انداز فکر میں بھی تفاوت رکھا ہے، کہا جاتا ہے کہ جس طرح پوری دنیا میں دو اشخاص ایسے نہیں پائے جاتے جن کی انگلیوں کے نشانات (Finger Prints) ایک دوسرے کے مماثل ہوں اسی طرح اس گلدستہ عالم میں دو ایسے افراد کا پایا جانا بھی محال ہے جن کی سوچ ایک دوسرے سے سو فیصد موافق ہو، یعنی اگر چہ وہ اکثر معاملات میں ایک دوسرے سے ہم آہنگ ہوتے ہوں مگر پھر بھی کہیں نہ کہیں کسی نہ کسی مسئلہ میں ان کے خیالات مختلف ضرور ہوں گے۔ یہی سنت کونیہ ہے اور اسی پر انسان کی تخلیق ہوئی ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿**ولا يزالون مختلفين إلا من رحم ربك**﴾ (ھود: ۱۱۸-۱۱۹) اس آیت کریمہ میں "**الا من رحم ربك**" کا استثنا ضرور موجود ہے مگر "**ولا يزالون مختلفين**" کا بھی وجود ہے۔

اسی بنا پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ وقوع اختلاف کوئی تعجب خیز امر نہیں ہے، لیکن اختلاف رونما ہونے کے بعد فریقین کا کیا رویہ ہونا چاہیے؟ ان کا آپس میں کیسا تعامل ہونا چاہیے؟ کن کن امور پر نظر رکھنا ضروری ہے؟ کن چیزوں سے اجتناب کرنا ہے؟ اختلاف کے کیا آداب ہیں اور کس طرح سے فریق مخالف سے برتاؤ کرنا ہے؟ ان تمام نکات پر غور کرنے اور عمل کرنے کی ضرورت ہے۔

یہ بات واضح رہے کہ اگر شرعی ودینی معاملے میں اختلاف رائے پیدا ہو تو سب سے پہلے نیت کی درستگی کا خیال رکھنا ضروری ہے، ظاہر بات ہے فریقین میں سے ہر ایک کا یہی مطمح نظر ہوتا ہے کہ دلائل کی روشنی میں وہ جس نتیجہ پر پہنچا ہے وہی درست اور صواب ہے، اور اس کے لیے وہ محنت کرتا ہے، غور وفکر کرتا ہے اور شرعی اصطلاح میں "اجتہاد" کرتا ہے، اسی اجتہاد پر نبی کریم ﷺ نے یہ بشارت سنائی ہے کہ "**إذا اجتهد الحاكم فأصاب فله أجران و إن أخطأ فله أجر**" (صحیح الجامع: ۴۹۳) کہ جب حاکم اجتہاد کرکے درست فیصلہ پر پہنچتا ہے تو اسے دوہرا اجر ملتا ہے اور اگر خطا کر جاتا ہے تو ایک اجر کا مستحق ٹھہرتا ہے۔ پس جب نبی کریم ﷺ نے غلطی کے باوجود ایک اجر کی نوید سنائی اور اسے ملامت نہیں کی تو پھر کیوں کر ایک شخص اپنے مخالف کی تغلیط کرتے ہوئے اس کی نیت پر شبہ کا اظہار کرے؟

اسی طرح سے اس پہلو پر توجہ دینے کی اشد ضرورت ہے کہ اگر کسی سے اختلاف رائے کا سامنا ہو گیا تو اسے عام کرنے اور لوگوں کو بتانے سے پرہیز کرنا چاہیے، اکثر ایسا دیکھا جاتا ہے کہ ایک شخص فریق مخالف کے ساتھ اپنے جدل و جدال اور مناظرات کو بڑے چٹخارے لے لے کر عوام کے سامنے بیان کرتا ہے، جس محفل میں پہنچتا ہے وہاں اس کا تذکرہ کرتا ہے، جہاں جاتا ہے اپنی رام کتھا بیان کرنا شروع کر دیتا ہے، اور اگر بالفرض کبھی وہ فریق مخالف پر غلبہ پا چکا ہو تو صاحب! مت پوچھیے پھر تو گفتگو کے حسن میں چار چاند لگ جاتے ہیں اور بڑے مزے مزے لے کر گفتگو کی شان بڑھائی جاتی ہے۔ یہ نہ صرف اخلاقی اعتبار سے گری ہوئی حرکت ہے بلکہ دینی و شرعی ناحیہ سے بھی نہایت قبیح عمل ہے۔ شارح مشکاۃ شیخ الحدیث مولانا عبید اللہ رحمانی علیہ الرحمہ نے محض اسی سبب سے اپنے فتاویٰ کو اپنی زندگی میں شائع کرانے کی اجازت نہیں دی کہ عوام الناس میں انتشار نہ پیدا ہو کہ جب وہ دیکھیں گے کہ ایک ہی مسئلہ میں فلاں عالم کی یہ رائے ہے اور ایک دوسرے عالم کی رائے اس سے مختلف ہے تو مضطرب ہو جائیں گے۔

سلیقہ اختلاف کا ایک اہم تقاضہ یہ ہے کہ اختلاف آراء کے وقت معارض کے لیے اپنے دل میں کسی طرح کا کینہ اور نفرت رکھنے سے بچنا چاہیے، اکثر ایسا ہوتا ہے کہ کسی علمی نقاش کے دوران فرد مخالف کے لیے دل میں تنفر اور کراہت کا جذبہ نمودار ہو جاتا ہے، پھر یہی چیز اختلاف رائے سے نکل کر ذاتی تنقیص تک پہنچ جاتی ہے اور بندہ سامنے والے کی شخصیت کو نشانہ بنانا شروع کر دیتا ہے، اتہامات و الزامات کے ڈونگرے برسنے لگتے ہیں، گڑے مردے اکھاڑے جاتے ہیں، آباء واجداد تک کی پگڑیاں اچھلنے لگتی ہیں، فریق مخالف کے مکتب فکر، مسلک ونظریہ، ادارہ وتنظیم غرضیکہ سب سب وشتم کے دائرے میں آجاتے ہیں اور خس وخاشاک کی طرح بہہ جاتے ہیں، پھر معاملہ اسی پر منتہی نہیں ہوتا، فریقین کے دلوں میں نفرت، عداوت، بغض اور کینہ کا سمندر ٹھاٹھیں مارنے لگتا ہے، دونوں کے درمیان نہ ختم ہونے والی دشمنی پیدا ہو جاتی ہے اور اللہ جانے معاملہ کہاں تک پہنچ جاتا ہے۔ اس سلسلے میں ایک اور چیز یہ بھی دیکھی گئی ہے کہ بعض اشخاص کسی مخصوص شخص یا تنظیم کے مداح ہوتے ہیں اور اس سے دیوانگی کی حد تک محبت رکھتے ہیں، اس کے لیے عوامی پلیٹ فارم پر، سوشل میڈیا پر مرنے مارنے تک آمادہ ہو جاتے ہیں، کسی شخص نے ان کے ممدوح شخص یا جماعت کی مخالفت کر دی تو اس پر پل پڑتے ہیں، اس کی دھجیاں بکھیر دیتے ہیں، اور پھر اس سے تمام تر تعلقات منقطع کر لیتے ہیں، ادھر حالت یہ ہوتی ہے کہ جس شخص/تنظیم کے لیے وہ اتنی بڑی قربانیاں دے رہے ہیں وہ انہیں پہچاننے تو کجا جاننے تک کی روادار نہیں ہوتے۔ غور کریں کہ یہ کتنی حماقت خیز بات ہے کہ آپ ایک غیر شخص کے لیے اپنے سگے لوگوں اور پڑوسیوں سے تعلقات ختم کرنے پر آمادہ ہیں۔

جسے کہتی ہے دنیا کامیابی وائے نادانی
اسے کن قیمتوں پر کامیاب انسان لیتے ہیں

سرسید احمد خان اس قسم کی مجلسوں کا نقشہ کھینچتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ''نامہذب آدمیوں کی مجلس میں بھی آپس میں اسی طرح تکرار ہوتی ہے، پہلے صاحب سلام کر کے آپس میں مل بیٹھتے ہیں، پھر دھیمی دھیمی بات چیت شروع ہو جاتی ہے، ایک کوئی بات کرتا ہے، دوسرا بولتا ہے واہ یوں نہیں کہیں، وہ کہتا ہے واہ تم کیا جانو، وہ بولتا ہے تم کیا جانو، دونوں کی نگاہ بدل جاتی ہے، تیوری چڑھ جاتی ہے، رخ بدل جاتا ہے، آنکھیں ڈراونی ہو جاتی ہیں، باچھیں چڑھ جاتی ہیں، دانت نکل پڑتے ہیں، تھوک اڑنے لگتے ہیں، باچھوں تک کف بھر آتے ہیں، سانس جلدی چلتا ہے، رگیں تن جاتی ہیں، آنکھوں، ناک، بھوں، ہاتھ عجیب عجیب حرکتیں کرنے لگتے ہیں، نحیف نحیف آوازیں نکلنے لگتی ہیں، آستین چڑھا کر ہاتھ پھیلا کر اس کی گردن اس کے ہاتھ میں اور اس کی داڑھی اس کی مٹھی میں لپاڈگی ہونے لگتی ہے، کسی نے بیچ بچاؤ کر کے چھڑا دیا تو غراتے ہوئے ایک ادھر چلا گیا اور ایک ادھر اور اگر کوئی بیچ بچاؤ کرنے والا نہ ہوا تو کمزور نے پٹ کر کپڑے جھاڑتے سر سہلاتے اپنی راہ لی۔'' (بحث وتکرار از سرسید احمد خان)

آداب اختلاف میں سے یہ بھی ہے کہ خلاف وجدال کے موقع پر فریق مخالف کی خوبیاں اور اچھائیاں نہیں بھولنا چاہیے، یہ درست ہے کہ ایک دو یا چند مسائل میں آپ کا اس سے اختلاف ہے، مگر یہ اختلاف اس کے محاسن کا تذکرہ کرنے اور اس کے عیوب کی پردہ پوشی کرنے سے ہرگز نہیں روکتا، افسوس کا مقام ہے کہ بہتیرے لوگ اس امر کی طرف توجہ نہیں دیتے اور کھوج کھوج کر فریق مخالف کی غلطیاں اور عیب نکالتے ہیں، دوسری طرف اس کے محاسن ومحامد کو نظر انداز کر دیتے ہیں اور ایسا تاثر دینا چاہتے ہیں کہ گویا فریق مخالف سراسر شر کا پتلا اور برائیوں کا پیکر ہے۔ سعید بن میسّب رحمہ اللہ کا قول ہے کہ کوئی عالم، شریف اور صاحب فضل ایسا نہیں جس کے اندر عیب نہ ہو، مگر جس کی خوبیاں اس کی کمیوں پر غالب ہیں تو یہ خامیاں ان خوبیوں کے سبب رخصت ہو جاتی ہیں۔

ادب اختلاف کا سب سے اہم اور بنیادی اصول یہ ہے کہ اختلاف کے باوجود مخالف کا احترام، اس کی توقیر اور اس کی عزت کی جائے، کسی شرعی وغیر شرعی مسئلہ میں اختلاف رائے پیدا ہونے کے سبب ایسا نہ ہو کہ اس سے معاملات کشیدہ کر لیے جائیں، تعلقات منقطع ہو جائیں، گفتگو اور بول چال بند ہو جائے اور نوبت بایں جا رسید کہ سلام ومصافحہ تک پر فریقین آمادہ نہ ہوں، یقیناً یہ بڑی ہی وسعت قلبی اور وسیع الظرفی کا معاملہ ہے اور بہت کم ہی لوگ اس کشادہ دلی کا اہتمام کر پاتے ہیں، اس سلسلے میں ہماری تاریخ اپنے دامن میں ایسے سینکڑوں واقعات سمیٹے ہوئے ہے کہ علمائے امت نے باہمی اختلاف کے باوجود فریق مخالف کی شخصیت کا پورا پورا احترام کیا، بایں اختلافات ان کے تعلقات ہمیشہ خوشگوار رہے۔'' **وما یلقاها إلا الذین صبروا وما یلقاها إلا ذو حظ عظیم**''

صحابہ کرام کے درمیان سیکڑوں مسائل میں اختلاف تھا، امام ابن قیم نے اعلام الموقعین میں بہتیری مثالیں ذکر کی ہیں اس میں سے ایک مثال حضرت عمر اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کی ہے کہ ان کے درمیان تقریباً سو مسائل میں اختلاف تھا، اس کے باوجود دونوں کے باہمی تعامل اور ادب واحترام میں کوئی فرق نہیں تھا، حضرت عمر حضرت عبداللہ بن مسعود کو قادسیہ بھیجتے ہوئے فرمایا'' **کنیف ملیء علما و فقها آثرت به اهل القادسية** ،،عبداللہ بن مسعود علم کا خزانہ ہیں، اس علم کی گٹھری کو میں اہل قادسیہ کے حوالے کر رہا ہوں'' (البدایۃ والنہایۃ، ۳۵۸/۵)

جب حضرت عمر کا انتقال ہوا تو عبداللہ بن مسعود بہت غمزدہ ہوئے اور فرمایا:'' **کان للاسلام حصنا منیعا فلما مات انهدم هذا الحصن** '' وہ اسلام کے لیے ایک مضبوط قلعہ تھے آج وہ قلعہ ٹوٹ گیا۔ (اسلام میں اختلاف کے اصول و آداب از ڈاکٹر طہ جابر فیاض، ص:۶۳) حضرت زید وحضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے درمیان بھی بہتیرے مسائل میں اختلاف تھا، مگر حضرت زید کی وفات کے وقت ابن عباس نے فرمایا کہ آج علم کا بہت زیادہ حصہ دفن ہو گیا۔ (بیہقی:۶/۲۱۱)

یونس الصدفی فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت امام شافعی سے زیادہ ذی عقل نہیں دیکھا، ایک دن میں نے کسی مسئلہ میں ان سے مناظرہ کیا پھر ہم لوگ جدا ہو گئے، جب دوبارہ ملاقات ہوئی تو میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا'' اے ابوموسی! کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ مسئلہ میں اختلاف کے باوجود ہمارے درمیان اخوت برقرار رہے؟'' (فقه الخلاف و أثره فی القضاء علی الارهاب از ڈاکٹر یوسف بن عبداللہ الشبیلی، ص:۴۲)

عباس عنبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل اور علی بن مدینی کے درمیان ایک مرتبہ مسئلہ شہادت میں مناظرہ ہوا، دونوں کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں، مجھے خوف لاحق ہوا کہ ان کے درمیان سختی نہ در آئے، امام احمد گواہی کے قائل تھے جب کہ علی بن مدینی منکر تھے، جب علی بن مدینی نے لوٹنے کا ارادہ کیا تو امام احمد کھڑے ہوئے اور ان کی سواری کی لگام پکڑی اور باعزت طور پر رخصت کیا۔ (ایضا)

ماضی قریب میں بھی ہمیں اس طرح کی بہتیری مثالیں مل جائیں گی، مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ کے نام نامی سے کون واقف نہیں ہے، فن مناظرہ آپ کا میدان تھا اور اس میدان کے وہ بے تاج بادشاہ تھے، ان کا حال یہ تھا کہ ہر مناظرہ کے بعد وہ خود بڑھ کر فریق مخالف کے پاس جاتے، اسے گلے لگاتے اور کہتے کہ آج رات کا کھانا آپ کو ہمارے ساتھ کھانا ہے۔

ایک مرتبہ آپ رحمہ اللہ پر قاتلانہ حملہ ہوا، مگر بفضل الٰہی آپ بچ گئے، قاتل پکڑا گیا اور اسے جیل میں ڈال دیا گیا، مولانا کو جب پتہ چلا کہ یہ شخص اپنے اہل وعیال کا اکیلا کفیل تھا، اس کے جیل جانے کے سبب اس کے گھر والوں پر فاقوں کی نوبت آ گئی ہے، تو فوراً آپ نے اس کے بیوی بچوں کی کفالت کا ذمہ لیا اور کہا کہ جب تک وہ جیل میں ہے اس کے اہل وعیال کا نفقہ میرے کندھوں پر ہے، بعد میں جب قاتل چھوٹ کر آیا اور اسے پتہ چلا تو سخت شرمندہ ہوا اور مولانا سے معافی مانگی۔

مولانا محمد اسماعیل سلفی گوجرانوالہ ایک دفعہ حاجیوں کو رخصت کرنے کے لیے

لاہور تشریف لے گئے ۔نماز کا وقت ہوگیا۔اسٹیشن کے بالا میدان میں جماعت کرانے لگے تو ایک بوڑھے نے کہا کہ میری نماز آپ کے پیچھے نہیں ہوتی۔آپ نے رومال اٹھا کر کندھے پر ڈالا اور پیچھے ہٹ گئے اور کہا بابا جی ! آپ جماعت کرائیں میری نماز آپ کے پیچھے ہوجاتی ہے۔وہ بوڑھا شرمندہ ہوگیا اور معافی مانگی اور پھر اصرار کر کے حضرت کی اقتدا میں جماعت ادا کی۔(مقالات حدیث،ص:٦٥)

نواب صدیق حسن خان علیہ الرحمہ اور مولانا عبد الحیٔ لکھنوی رحمہ اللہ کے درمیان عرصے سے مناقشہ ومباحثہ چلا آرہا تھا اور ایک دوسرے سے علمی مناظرہ زوروں پر تھا، دینی حلقوں میں فریقین کی معرکہ آرائی توجہ کا محور بنی ہوئی تھی، تاہم ان اختلافات کے باوجود دونوں حضرات کی الفت ومحبت اور ایک دوسرے کے تئیں جذبہ عزت واحترام بھی قابل دید تھا،نواب صاحب کے صاحبزادے علی حسن خان کہتے ہیں:''جب والد صاحب کو علامہ عبدالحیٔ بن عبدالعلیم لکھنوی کی وفات کی خبر موصول ہوئی تو والد صاحب نے اپنا ہاتھ پیشانی پر رکھا اور کچھ دیر تک سر کو جھکائے رکھا، پھر جب گردن اٹھائی تو دیکھا کہ آپ کی آنکھیں اشکبار تھیں اور مولانا کے لیے دعائے رحمت فرما رہے تھے۔والد صاحب نے فرمایا:''**الیوم غربت شمس العلم**۔''[نزہۃ الخواطر:۱۹۳/۸]صاحب نزہۃ الخواطر نے یہ بھی لکھا ہے کہ مولانا کی وفات پر نواب صاحب کو سخت صدمہ پہنچا اور اس رات انہوں نے کھانے کو ہاتھ بھی نہ لگایا۔

اولـئك آبـائـی فـجـئـنـی بـمـثـلـهـم
إذا جـمـعـتـنـا يـا جـريـر الـمـجـامـع

یہ چند مثالیں مشتے نمونہ از خروارے قارئین کے سامنے پیش کی گئیں وگر ہماری تاریخ اس طرح کے واقعات سے بھری پڑی ہے،آج کل کے حالات کو دیکھ کر تعجب ہوتا ہے کہ کس طرح سے اختلاف رائے کے موقع پر تمام اصول،آداب،اخلاقیات کو پس پشت ڈال دیا جاتا ہے،خاص کر سوشل میڈیا پر ایسی گرما گرم بحثیں دیکھنے میں آتی ہیں کہ انہیں پڑھ کر خود شرمندگی ہوتی ہے،کسی کی بزرگی کا احترام ہے نہ مسلک ومذہب کی رعایت ہے،چھوٹے بڑے کی تمیز ہے نہ عزت سادات کی پرواہ ہے،انگلیاں کی بورڈ پر پھسل رہی ہیں اور ساتھ ساتھ زہر اگلتی جارہی ہیں،نازیبا کلمات،بےہودہ الفاظ،گالی گلوچ،لعن طعن غرضیکہ ایک طوفان بدتمیزی مچا ہوا ہے،انہیں دیکھ اور پڑھ کر بڑا افسوس ہوتا ہے کہ ہماری نئی نسل کس سمت گامزن ہے،کس طرح سے اس کی تربیت کی گئی ہے،اخلاقیات سے عاری،آداب گفتگو سے بےگانے،اصول اختلاف سے ناواقف یہ نسل نو اسلام اور مسلمانوں کی بدنامی کا بہت بڑا ذریعہ ہے،اگر اس جانب توجہ نہیں دی گئی تو پھر آنے والے وقت میں اس کی بہت بڑی قیمت چکانی ہوگی۔

مسلمہ حکومت تلنگانہ

ا۔**جامعة المفلحات** کوتہ پیٹ، بارکس، حیدرآباد،لڑکیوں کی دینی وعصری،اقامتی وغیراقامتی معیاری درسگاہ،اردو/عربی میڈیم

شعبہ جات:(1)حفظ وناظرہ(2).L.K.G تا X مع متوسطہ وعالمیت(3) مختصر عالمیت(تین سالہ)دسویں پاس/فیل طالبات کے لئے(4)فضیلت (دوسالہ)داخلہ،تعلیم،قیام وطعام مفت(5) تدریب المعلمات والداعیات والمفتیات(ایک سالہ)برائے فاضلات،تعلیم،قیام وطعام مفت،ماہانہ اسکالرشپ

نوٹ: طالبات جامعہ سند عالمیت سے اردو یونیورسٹی حیدرآباد کے .B.A میں اور سند فضیلت سے .M.A میں براہ راست داخلہ کے مجاز ہیں۔

فون نمبرات:9963635354/8008492052/9346823387/7416536037

مسلمہ حکومت تلنگانہ

(2)**جامعة المفلحات** کوتہ پیٹ، بارکس، حیدرآباد،لڑکیوں کی عصری اسلامی،اقامتی وغیراقامتی معیاری درسگاہ،انگلش میڈیم

شعبہ جات: .L.K.G تا x **مع اسلامک اسٹڈیز** فون نمبرات:8074001169/9177550406

(3)**جامعة الفلاح** شریف نگر، حیدرآباد لڑکیوں کی دینی وعصری،اقامتی وغیراقامتی معیاری درسگاہ،اردو/عربی میڈیم

شعبہ جات: (1)حفظ وناظرہ مع انگلش،سائنس،تلگو وحساب(2) مختصر عالمیت(تین سالہ) مع کمپیوٹر کورس برائے SSC طلبہ

(3) فضیلت(دوسالہ)تعلیم قیام وطعام مفت،مع ماہانہ اسکالرشپ

نوٹ: طلبہ جامعہ سند عالمیت سے مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی حیدرآباد کے B.A میں براہ راست داخلہ کے مجاز ہیں۔فون نمبر:9133428476/9502089170

مسلمہ حکومت تلنگانہ

(4)**فلاح انٹرنیشنل اسکول** شریف نگر، حیدرآباد،لڑکوں کی عصری واسلامی،اقامتی وغیراقامتی معیاری درسگاہ،انگلش میڈیم

شعبہ جات: Nursery تا x **مع حفظ یا عالمیت** فون نمبر:9505872810/9133428476

مسلمہ حکومت تلنگانہ

(5)**مرکز الأیتام** کوتہ پیٹ، بارکس، حیدرآباد یتیم لڑکے اور لڑکیوں کے لئے اسکول وہاسٹل۔انگلش میڈیم۔جن لڑکے ولڑکیوں کی عمر 10 سال سے کم ہو اور والد یا والدہ کا انتقال ہوگیا ہو ان کے لئے تعلیم،قیام وطعام،کتب اور یونیفارم کے ساتھ طبی سہولیات کا مکمل انتظام ہے،جس میں سال بھر داخلے جاری ہیں۔

شعبہ جات (1)**حفظ وناظرہ** (2).L.K.G تا x **مع دینیات** فون نمبرات:9000002154/8008492052

المعلن: شریف محمد بن غالب الیمانی الاشراف،رئیس الجامعات

اسلامی معاشرہ کے چند اصلاح طلب پہلو

محمد بدیع الزماں، پھلواری شریف پٹنہ

آج اسلامی معاشرہ میں اگر ہم ہر طرح کا فتنہ وفساد دیکھتے ہیں تو اس لئے کہ جو چیز اس معاشرہ کے لوگوں کو اس سے محفوظ رکھتی ہے، وہ صرف دین اسلام ہے، جس سے یہ معاشرہ عمومی طور پر اور انگریزی داں طبقہ خصوصی طور پر بالکل بیگانہ ہوجاتا جارہا ہے اور اس کے ذریعے چلائے جانے والے اداروں، تعلیم گاہوں اور تنظیموں میں کہیں پر بھی آپ کو اسلامی روح نظر نہ آئے گی اور ستم بالائے ستم یہ ہے کہ یہی موخر الذکر طبقہ اس معاشرہ کے ہر موڑ پر اس کی ترقی، فلاح و بہبود کا ضامن بنا بیٹھا ہے۔ جب کہ اس طبقہ کی گھریلو زندگی سے لے کر باہر تک کسی بھی شعبہ زندگی میں کہیں پر قرآن کی چھاپ نظر نہ آئے گی، خواہ وہ مرد ہوں یا عورت۔ غرض یہ کہ جو چیز اس معاشرہ میں قدر مشترک ہے وہ صرف دین اسلام ہے، جسے مضبوطی سے تھامے رہنے کی تاکید پر زور الفاظ میں خدائے تعالیٰ نے اس طرح فرمائی ہے۔

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اللہ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے۔ تم کو موت نہ آئے مگر اس حال میں کہ تم مسلم ہو، سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑ لو اور تفرقہ میں نہ پڑو'' (سورہ آل عمران ۳۔ ع ۱۱)

پہلے تو ان آیات میں ''مسلم'' ہونے کی شرط رکھی گئی ہے۔ ویسے تو ہر شخص جو کلمہ لا الہ الا اللہ پڑھ لیتا ہے۔ مسلمان کہلاتا ہے اور مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ مگر قرآن کی رو سے مسلم ایک خالص قرآنی اصطلاح ہے، جس کی تعریف ایک موقع پر سورۃ البقرہ ۲ کی آیت ۱۳۱ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سلسلہ میں یہ وارد ہوئی ہے کہ جب حضرت ابراہیم کو خدا نے کہا کہ تو ''مسلم'' ہوجا تو آپ نے فوراً کہا! ''میں مالک کائنات کا مسلم ہوگیا''

دوسری چیز جو متذکرہ بالا آیات میں فرمائی گئی ہے۔ وہ یہ کہ سب مل کر اسلام کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو اور آپس میں تفرقہ میں نہ پڑو۔ ایک اور موقع پر خدا نے فرمایا ہے کہ دین کو ٹکڑے ٹکڑے نہ کرو، مگر آج یہ معاشرہ جس صورت حال سے دوچار ہے، اس میں دین کے معاملے میں تفرقہ کی دراڑ اتنی وسیع ہوگئی ہے کہ یہ کہنا مشکل ہے کہ مسلمان کسے سمجھا جائے۔ یہاں بھی ستم بالائے ستم یہ ہے کہ ہر عقیدہ ومسلک اپنے مسلک اور عقیدے میں مگن ہے اور ہمارے مصلحین کی نگاہ ادھر نہیں جاتی۔ وہ جہیز کی لعنت ہی دور کرنے میں مگن ہیں۔ میرے پاس ہندوستان کے سبھی مسلک اور عقیدے کے مرکزی اداروں سے شائع ہونے والے رسالے آتے ہیں، جن کے پڑھنے سے یہی تاثر پیدا ہوتا ہے کہ یہ سب الگ الگ دین کے ترجمان ہیں اور بعض مسلک یا عقیدے کے رسالوں میں ایسے مضامین رہتے ہیں جن میں صاف طور پر کہا جاتا ہے کہ جو میرے مسلک یا عقیدے کا پیرو نہیں وہ مسلمان نہیں۔ بعض میں ایسے مضامین بھی ہوتے ہیں جن میں دوسرے مسلک یا عقیدے کے ماننے والے کو جن کی تعداد کروڑوں میں ہے، یہ کہا جاتا ہے کہ یہ رسول اللہ ﷺ کے دشمن ہیں۔ میں خود اس کا گواہ ہوں کہ بہار کے ایک مشہور ضلعی ہیڈکوارٹر کے ایک محلّہ کے لوگوں نے جہاں کثیر مسلم آبادی ہے، محلّہ کی مسجد میں نماز پڑھنی چھوڑ دی ہے، کیوں کہ وہاں دوسرے مسلک یا عقیدے کے امام آگئے ہیں۔ میں خود اس کا بھی گواہ ہوں کہ ایک بہت بڑی مسلم بستی کے ایک محلّہ میں مجلس میلاد النبی کے جلسے میں دوسرے محلّہ والوں کو اس لئے خبر نہیں کی گئی کہ وہ دوسرے مسلک یا عقیدے کے حامی ہیں اور میری موجودگی میں دوسرے محلّہ کا ایک بھی شخص اس مجلس میں شامل نہیں ہوا۔

میرا مطلب یہ ہے کہ اس وقت مسلم معاشرہ میں جتنی سماجی اصلاح کی ضرورت ہے، اس سے زیادہ دینی اصلاح کی ضرورت ہے۔ اصلاح کی تو بہت ساری تجاویز سامنے آتی ہیں، ایک جہیز کی لعنت پر رسالوں میں صفحے کے صفحے بھرے رہتے ہیں۔ پبلک جلسوں میں دھواں دھار تقریریں کی جاتی ہیں، مگر اس بنیادی لعنت کی طرف کسی کا دھیان نہیں جاتا۔ جس نے دین اسلام کی جڑ ہی کاٹ کر رکھ دی ہے اور اگر اس معاشرہ میں اہم ترین اصلاح کا پہلو ہے تو یہی لعنت ہے کیونکہ بقول اقبالؔ۔

''قوم مذہب سے ہے، مذہب جو نہیں تم بھی نہیں''

اس لئے اگر ہم معاشرہ کی اصلاح کی باتیں کرتے ہیں، تو سماجی اصلاح سے قبل اس تفرقہ کی اصلاح کریں۔ قرآن میں بہت ساری قوموں کی تباہی کے قصے تفصیلی طور پر وارد ہوئے ہیں اور سبھوں کی تباہی کی ایک ہی وجہ بتائی گئی ہے اور وہ یہ کہ وہ اپنے کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے بنیادی طور پر اصل دین سے منحرف ہوگئے۔ اس لئے ضرورت اس کی ہے کہ ہمارے مصلحین قوم جہیز کی لعنت ختم کرنے سے پہلے اس لعنت کو ختم کریں۔

معاشرہ کی اصلاح کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ ہم اس معاشرہ کو بگاڑنے والے اسباب کی روک تھام پر ہر وقت نظر رکھیں۔ خدائے تعالیٰ نے قوموں کی بربادی کا ایک کلیہ یہ بھی بتایا ہے کہ:

''جب ہم کسی بستی کو ہلاک کرنے کا ارادہ کرتے ہیں تو اس کے خوشحال لوگوں کو حکم دیتے ہیں اور وہ اس میں نافرمانیاں کرنے لگتے ہیں، تب عذاب کا فیصلہ اس بستی پر چسپاں ہوجاتا ہے اور ہم اسے برباد کر کے رکھ دیتے ہیں۔'' (سورہ بنی اسرائیل آیت ۱۶)

اس آیت میں حکم سے مراد حکم طبعی اور قانون فطری ہے۔ اس آیت میں اس حقیقت سے متنبہ کیا گیا ہے، وہ یہ ہے کہ ایک معاشرے کو آخر کار جو چیز تباہ کرتی ہے وہ اس کے کھاتے پیتے ، خوشحال لوگوں اور اونچے طبقوں کا بگاڑ ہے۔ جب کسی قوم کی شامت آنے کو ہوتی ہے تو اس کے دولت مند اور صاحب اقتدار لوگ فسق وفجور پر اتر آتے ہیں اور آخر یہی فتنہ پوری قوم کو لے ڈوبتا ہے۔ لہٰذا جو معاشرہ آپ اپنا دشمن نہ ہو اسے فکر رکھنی چاہیے کہ اس کے معاشرے میں اقتدار کی باگیں اور معاشی نظام کی کنجیاں کم ظرف اور بداخلاق لوگوں کے ہاتھوں میں نہ جانے پائیں۔

دوسری چیز جو اسلامی معاشرہ میں اہمیت کی حامل ہے، وہ جھوٹے مدعی ایمان پر نظر رکھنے کی ہے، جو شخص ایمان کو دعوی کرتا ہے اور فی الواقع خدا اور اس کے دین اور جماعت مومنین کے ساتھ خلوص نہیں رکھتا، اگر اس کے عدم اخلاص کا ثبوت اس کے طرز عمل سے مل جائے تو اس کے ساتھ جیسا کہ سورۃ التوبہ ۹ کے رکوع ۱۳ میں ارشاد فرمایا گیا ہے۔ صرف سختی کا ہی برتاؤ نہیں کرنا چاہیے بلکہ اس کے آئندہ طرز عمل پر بھی نگاہ رکھنی چاہیے، کیونکہ اس کے بغیر اسلامی سوسائٹی تنزل اور انحطاط کے اندرونی اسباب سے محفوظ نہیں رہ سکتی۔ کوئی بھی ایسی جماعت جو اپنے اندر منافقوں کو جگہ دیتی ہو اور ایسے لوگوں کی پرورش کرتی ہو وہ اخلاق زوال اور کامل تباہی سے نہیں بچ سکتی۔ ایک منافق کو مسلمانوں کی سوسائٹی میں عزت واحترام کا مرتبہ حاصل ہونے کے معنی یہ ہیں کہ ہزاروں آدمی غداری ومنافقت پر دلیر ہو جائیں اور یہ خیال عام ہو جائے کہ اس سوسائٹی میں عزت پانے کے لئے اخلاص، خیر خواہی اور صداقت ایمانی کچھ ضروری نہیں ہے، بلکہ جھوٹے اظہار ایمان کے ساتھ خیانت اور بے وفائی کا رویہ اختیار کر کے بھی یہاں آدمی پھل پھول سکتا ہے۔ یہی بات نبی ﷺ نے اس مختصر سے حکیمانہ فقرے میں فرمائی ہے۔

''جس شخص نے کسی صاحب بدعت کی تعظیم وتوقیر کی وہ دراصل اسلام کی عمارت ڈھانے میں مددگار ہوا۔''

ایک اور چیز جو اسلامی معاشرہ میں اصلاح طلب ہے وہ انگریزی تعلیم یافتہ گھرانوں میں بچوں اور نئی نسل کے لڑکوں اور لڑکیوں کی دین اسلام سے مکمل بیگانگی ہے۔ اس طرح ہر گھر میں ایک بے دین نسل تیار ہوتی جارہی ہے۔ آپ کالج کے لڑکوں اور لڑکیوں سے دین اسلام کی چند موٹی موٹی باتوں پر سوال کریں تو وہ آپ کا منہ تکنے لگیں گے۔ اس میں قصور ان کا نہیں، ان کے والدین کا ہے جن کے نزدیک اس انگریزی تعلیم کی بدولت دنیا کی خوشحالی اور کامرانی ہی سب کچھ ہے، خواہ ان کے بچے روز حشر جہنم کے ایندھن ہی کیوں نہ بنیں۔ باوجودیکہ خدائے تعالیٰ نے سورۃ التحریم ۲۶ کے رکوع ۱ کی درج ذیل آیت میں والدین کو متنبہ کیا ہے۔

''اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، بچاؤ اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو اس آگ سے جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے۔''

ایک صحت مند معاشرہ کن بنیادوں پر قائم کیا جائے اور اصلاحی کوششوں کا رخ کدھر ہو، اس کے لئے زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں۔ اس کے بڑے بڑے بنیادی اصول قرآن کی سورہ بنی اسرائیل ۱۷ کے رکوع ۳ اور ۴ اور سورۃ الانعام ۶ کے رکوع ۱۹ میں بالتفصیل بیان فرمائے گئے ہیں جنھیں ہم رسول اللہ ﷺ کی دعوت کا منشور بھی کہہ سکتے ہیں۔ یہ وہ بنیادی اصول ہیں۔ جن پر خدائے تعالیٰ نے اسلامی زندگی کے نظام کی پوری عمارت قائم کرنی چاہی ہے۔ یہ آیات بتاتی ہیں کہ اسلامی معاشرہ کی بنیاد کن کن فکری، اخلاقی، تمدنی، معاشی اور قانونی اصولوں پر رکھی جائے، ان اصولوں سے ہٹ کر کوئی اسلامی معاشرہ قائم نہیں ہو سکتا اور آج اگر مسلم سماج میں ہر طرح کی افراتفری، فتنہ وفساد، فسق وفجور نظر آتا ہے تو صرف اس لئے کہ ہم ان بنیادی اصولوں سے منحرف ہو کر اپنے اپنے بنائے ہوئے اصولوں پر خود چل رہے ہیں۔ اور مصلح قوم بن کر دوسروں کو چلانا چاہتے ہیں۔ اس لئے ان اصولوں میں سے جن معاملے میں معاشرہ میں انحراف پایا جائے، وہی پہلو زیادہ اصلاح طلب ہے۔

یہ ہیں اصلاح معاشرہ کے چند اہم پہلو جو حقیقت پسندی پر مبنی ہیں۔ یوں تو خیالی دنیا میں اصلاح کے بہت سے دیگر پہلو بھی ہیں، جن کی جڑیں سطح زمین پر نہیں بلکہ خلاء میں ہیں۔ اس لئے اصلاح کی ایسی کوششوں کو ثبات حاصل ہوتا ہے اور نہ دوام۔ جب تک ہم اپنے اصلاحی کاموں میں اسلام کے قائم کردہ اصولوں پر معاشرہ کی تنظیم کی تدبیر نہ کریں، صرف چند پھیلے ہوئے فتنوں کی اصلاح ہمیں منزل تک پہنچانا تو درکنار راستے ہی میں گم کردے گی۔

☆☆☆

مکتبہ ترجمان کی تازہ پیشکش

نکاح نامہ رجسٹر

☆ کتاب وسنت کی روشنی میں تیار شدہ

☆ مارکیٹ میں دستیاب تمام نکاح ناموں سے منفرد۔

☆ نکاح سے متعلق بنیادی احکام ومسائل سے آراستہ

☆ نہایت دیدہ زیب اور آرٹ پیپر پر طباعت

☆ ہر مسجد ومدرسہ کی بڑی ضرورت۔

اوراق:150 قیمت:Rs.200/-Net

مرکزی جمعیت کی پریس ریلیز

(۱)

سرزمین مئو کے ایک مخلص اور محبِّ جماعت وملت کا انتقال پُر ملال

۲۸ر فروری ۲۰۱۹ء

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے امیر محترم مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی نے سرزمین مئو کے ایک مخلص اور محبّ جماعت وملت اور مشہور تاجر ومعروف عالم دین مولانا اقبال احمد محمدی صاحب کے بڑے بھائی جناب عبدالرحمٰن کے سانحہ ارتحال پر گہرے رنج وافسوس کا اظہار کیا ہے اور کہا ہے کہ بھائی عبدالرحمٰن جن کا آج شب ڈھائی بجے طویل علالت کے بعد بعمر تقریبا ۶۵ سال آبائی وطن مئوناتھ بھنجن یوپی میں انتقال ہوگیا، وہ دینی وسماجی کاموں سے بڑی دلچسپی رکھتے تھے۔ جماعتی غیرت سے سرشار تھے۔ جمعیت وجماعت کے کاز سے کافی لگاؤ تھا۔ علم وعلماء نواز تھے۔ صوم وصلوٰۃ کے پابند تھے، دینی اجتماعات اور پروگراموں کو یہی نہیں کہ پسند کرتے تھے اور اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے بلکہ اپنی اولاد کی بھی ایسی تعلیم وتربیت کی تھی کہ وہ اسی طرح کے دینی اور جماعتی کاموں میں لگے رہنے کو اپنا اہم مشغلہ سمجھتے ہیں۔ خاص طور پر علماء سے ملنے اور ان کی خدمت اور ان سے لگاؤ ومحبت رکھنے میں بہت دلچسپی رکھتے تھے۔ مئو کی سرزمین اپنی مردم خیزی کے ساتھ طلباء اور علم نواز بھی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہاں کثیر تعداد میں بڑے بڑے مدارس اور جامعات پائے جاتے ہیں جو بحسن وخوبی نونہالانِ ملک وملت کو زیور تعلیم وتربیت سے مزین فرماتے ہیں اور ان کی قدردانی کرتے ہیں۔

امیر محترم نے مزید فرمایا کہ بھائی عبدالرحمٰن سے میرا تعلق تقریباً تیس سالوں سے رہا اور وہ للہ فی اللہ ہم سے محبت فرماتے تھے۔ ان کے والد محترم جناب محمد صاحب مئو کی معروف شخصیت اور حیثیت کے مالک تھے۔ علماء اور مدارس خصوصاً جامعہ اسلامیہ فیض سے گہرے تعلق رکھتے تھے اور اس کے خصوصی معاون اور ممبر بھی تھے۔ بڑے بھائی عبدالرحمٰن اس دینی اور تعلیمی تعلق کا پاس ولحاظ رکھتے تھے۔

امیر محترم نے مزید کہا کہ جن دنوں میں ام الجامعات جامعہ سلفیہ بنارس میں درس وتدریس کے فریضہ کی ادائیگی میں مشغول تھا، ان دنوں میں بھی ہماری ادنیٰ خواہش وطلب پر بہت سے طلباء کے داخلے اور ان کے مختلف امور کی انجام دہی کے لیے مشغول ومنہمک ہوجاتے تھے کیوں کہ ان کے تعلقات مئو کے جماعتی اداروں کے علاوہ غیر جماعتی اشخاص، شخصیات اور افراد سے بھی اچھے اور مضبوط تھے۔ خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں

حقیقت یہ ہے کہ میں ذاتی طور پر بھی ایک بڑے بھائی کی شفقت ومحبت اور ہمدردی وتعاون سے محروم ہوکر بے حد غمگین ہوں۔ اور اس عظیم حادثے سے بے حد متاثر ہوں اور ان کی دور اندیشی وفراست اور جرأت وبیباکی اور مخلصانہ برتاؤ اور رویے سے محرومی بھی ایک بڑی افسوسناک امر سے کم نہیں۔ آہ! سخت بیماری اور کمزوری کے باوجود اب کون ہے جو استقبال وملاقات کے لیے ہمہ وقت تیار ملے گا۔ حقیقت تو یہ ہے کہ وہ علماء نوازی اور تعلقات کی استواری میں خاص طبیعت وعادت کے انسان تھے۔ ہر چھوٹی بڑی مناسبت میں اپنے چھوٹے بھائی مولانا اقبال احمد محمدی سے بیحد محبت کرنے کے ساتھ ان کے دوستوں اور اساتذہ کی شرکت کو اہمیت دیتے تھے اور ان کا ذکر خیر فخر اور اہمیت کے ساتھ کرتے تھے۔ کیوں کہ ان سے بیحد تعلق رکھتے اور محبت فرماتے تھے۔ آج وہ سب ان کے بعد یقیناً بہت غمگین اور افسردہ ہیں۔

مرحوم بہت دنوں سے علیل تھے اور ادھر کچھ دنوں سے لکھنو کے سنجے گاندھی ہاسپٹل میں زیر علاج تھے۔ بعد نماز ظہر مئوناتھ بھنجن میں تجہیز وتکفین عمل میں آئی۔ نماز جنازہ ان کے چھوٹے بھائی مولانا اقبال احمد محمدی نے پڑھائی جس میں عوام وخواص کی بڑی تعداد کے علاوہ اکابر شخصیات مثلا مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری، ڈاکٹر عبدالعزیز مدنی، مولانا محفوظ الرحمٰن فیضی وغیرہم شریک ہوئیں۔ پسماندگان میں بیوہ، چار بیٹے اور چار صاحبزادیاں اور متعدد پوتے پوتیاں اور نواسے نواسیاں ہیں۔

اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے، ان کی خدمات کو قبول کرے، جنت الفردوس کا مکین بنائے اور پسماندگان عزیزم فیاض احمد، عزیزم آفتاب احمد، عبداللہ سلمہ، مولوی ممتاز احمد فیضی اور ان کے بھائیوں اور بہنوں، مولانا اقبال احمد محمدی اور ان کی بہن اور تمام متعلقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین ☆☆

پندرہ روزہ جریدہ ترجمان

اعلان ملکیت و دیگر تفصیلات

بابت فارم نمبر۴، رول نمبر۱

۱	نام پرچہ	:	جریدہ ترجمان
۲	وقفہ اشاعت	:	پندرہ روزہ
۳	مقام اشاعت	:	اہل حدیث منزل ۴۱۱۶، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی-۶
۴	طابع وناشر	:	محمد عرفان شاکر
۵	قومیت	:	ہندوستانی
۶	مکمل پتہ	:	اہل حدیث منزل ۴۱۱۶، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی-۶
۷	ایڈیٹر	:	عبدالقدوس اطہر نقوی
۸	قومیت	:	ہندوستانی
۹	مکمل پتہ	:	اہل حدیث منزل ۴۱۱۶، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی-۶
۱۰	ملکیت	:	مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند، ۴۱۱۶، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی-۶

میں محمد عرفان شاکر، پرنٹر پبلیشر تصدیق کرتا ہوں کہ مذکورہ بالا امور میرے علم ویقین کے مطابق صحیح ودرست ہیں۔

دستخط

محمد عرفان شاکر

جامعہ دار الفرقان للبنات سعید آباد میں ایک تربیتی اجلاس: بموجب معتمد جامعہ محمد عبدالرافع صدیقی، جامعہ دارالفرقان للبنات سعید آباد میں بتاریخ ۱۲رجنوری ۲۰۱۹ء بروز ہفتہ بوقت صبح ۱۱ بجے ایک تربیتی اجلاس زیر صدارت صدر جامعہ محمد عبدالوحید منعقد ہوا۔ اجلاس کا آغاز طالبہ ثمینہ ثمرین (عالمیت دوم) کی تلاوت سے ہوا پھر طالبہ حور النساء (ڈپلومہ دوم) نے بزبان انگلش اور طالبہ خنساء اقبال (عالمیت دوم) وطالبہ ماریہ عمیسہ (عالمیت دوم) نے بزبان اردو حمد باری تعالیٰ پیش کیں۔ششماہی امتحانات کے رزلٹ کی مناسبت سے استاذ جامعہ محمد اسحاق کمال نے کامیابی وناکامی کے اسباب پر روشنی ڈالی اس کے بعد ناظم تعلیمات الشیخ طٰہٰ سعید خالد مدنی نے اپنی صدارتی خطاب میں بتایا کہ کان، آنکھ اور دل ودماغ کا صحیح استعمال نہ کرنا ناشکری ہے۔ ساری طالبات ایک جیسی ہیں مگر جنھوں نے ان اعضاء کا صحیح استعمال کیا وہ آج اپنے بہترین نتائج سے خوش وخرم ہیں۔ اس کے بعد شیخ الجامعہ مولانا صدیق انصر محمدی نے ہر کلاس میں پہلی، دوسری اور تیسری پوزیشن حاصل کرنے والی طالبات کے نام کا اعلان کیا۔ ششماہی امتحانات کے دو ٹاپر، ماہ نومبر میں مکمل حاضر ہونے والی (۵۱) طالبات اور ۱۵ دن سے کم میں ایک پارہ حفظ کرنے والی (۲) طالبات کو صندوق البر سے انعامات دیئے گئے۔ ڈپلومہ دوم کی طالبہ حور النساء نے کل (۴۰۰) سے (۳۸۹) نمبرات حاصل کر کے ششماہی امتحانات میں جامعہ رہیں اور ڈپلومہ دوم ہی کی دوسری طالبہ عاتکہ کوثر کو (۳۸۴) نمبرات حاصل کرنے کی وجہ سے ٹاپر دوم قرار دیا گیا۔ پھر صدر جامعہ اور معتمد جامعہ نے طالبات کو قیمتی نصائح سے نوازا۔ آخر میں مربی انجمن مولانا مسعود حسین محمدی کے ہدیہ تشکر سے اجلاس کا اختتام ہوا۔ (محمد عبدالرافع صدیقی، معتمد جامعہ دارالفرقان للبنات، سعید آباد حیدرآباد)

دینی مجلس کا انعقاد: مدرسہ نصرت الدین کولی ڈاکخانہ گاچھپاڑا، زیر نگرانی مقامی جمعیۃ اہل حدیث گاچھپاڑا کشن گنج بہار مورخہ ۲۲ فروری ۲۰۱۹ء بروز جمعہ وقت ۴ بجے شام ایک دینی مجلس منعقد ہوئی اور دیر رات چلتی رہی۔ صدارتی فریضہ جناب مولانا محمد رضوان سلفی امیر ضلعی جمعیت اہل حدیث پورنیہ ونائب ناظم صوبائی جمعیت اہل حدیث بہار نے انجام دیا۔

جناب مولوی محمد کلیم مدرس مدرسہ ہذا اور امام جامع مسجد کوھا گاچھپاڑا کی تلاوت قرآن مجید سے نشست کا آغاز ہوا۔ اور عزیزم عبدالشکور نے نعت پیش کی۔

امیر ضلعی جمعیت احمد عیسیٰ قاسمی نے افتتاحی کلمات پیش کیا اور جلسہ کے اغراض ومقاصد پر روشنی ڈالی۔ محمد یسین عمری اسٹیج پر جلوہ افروز ہوئے، ان کا موضوع ''موت''، مولانا شمیم اختر اصلاحی موضوع ذکر کی معنویت واہمیت، سہیل احمد متعلم جامعہ دارالسلام ڈنگرہ گھاٹ پورنیہ بہار موضوع وقت کی قدر وقیمت مولانا جناب سراج الدین سلفی مدرس دارالعلوم گاچھپاڑا موضوع تقویٰ کے فضائل وبرکات، مولانا جناب عبدالرشید دکھن دیناج پور موضوع قرآن کا مقام ومرتبہ، مولانا ابوالکلام سلفی چترویدی ممبئی موضوع اتباع سنت اورائمہ اربعہ پر مدلل، پرمغز خطاب فرمایا۔ (مرسلہ: احمد حسین امیر ضلعی جمعیت اہل حدیث کشن گنج)

قیام امن وتعلیمی بیداری کانفرنس: بتاریخ ۲، ۳ر فروری ۲۰۱۹ء بروز سنیچر واتوار ضلعی جمعیت اہل حدیث مالدہ مغربی بنگال کے زیر اہتمام کلیا چک میں پندرہویں دوروزہ عظیم الشان کانفرنس بڑے تزک واحتشام سے منعقد ہوئی جس میں صوبہ بنگال اور ملک کے دیگر صوبوں سے جماعت اہل حدیث کے اکابر علمائے کرام اور دانش وران قوم وملت شریک ہوئے۔ اس کانفرنس کے مقاصد متنوع تھے۔ ایک اہم مقصد یہ بھی تھا کہ جماعت اہل حدیث بنگال کی مساعی جمیلہ کو بیان کیا جائے اور اس پیغام کو عام کیا جائے اور مسلمانان ہند بالخصوص بنگال کے مسلمانوں میں دینی اور علمی بیداری کی روح پھونکی جائے تاکہ ملک کے طول وعرض میں جماعت اہل حدیث کی مساعی اور کوششوں کو گہن لگانے کی جو ناروا کوشش کی جارہی ہے اس کو طشت از بام کیا جائے۔ آپ سبھی حضرات کو معلوم ہے کہ ہندوستان کے ایوان بالا میں محترم جناب بدرالدین اجمل نے طلاق کے موضوع پر گفتگو کرتے ہوئے سلفی اور جماعت اہل حدیث کو دہشت گرد جماعت سے تعبیر کیا ہے اور برادران وطن کے قلوب واذہان میں اس کے تئیں شکوک وشبہات کا جوز ہر گھول دیا ہے اس کانفرنس کے ذریعہ ان شکوک وشبہات کو دور کیا جائے اور یہ پیغام دیا جائے کہ جماعت اہل حدیث ہی وہ جماعت ہے جس نے ملک ہندوستان میں سب سے پہلے ''دہشت گردی'' کے خلاف آواز بلند کی ہے اور داعش جیسی تنظیموں کی بابانگ دہل نکیر کی ہے اور اس جماعت حقہ کا دہشت گردی سے دور نزدیک سے کچھ بھی واسطہ نہیں ہے اور دونوں کے نظریات وافکار بالکل جداگانہ ہیں۔ یہی وہ جماعت اہل حدیث ہے جس نے ہندوستان کو انگریزوں کے پنجہ استبداد سے نجات دلانے اور وطن عزیز کو آزاد کرانے میں اپنی قربانیاں پیش کی ہے اور اس کے علماء تختہ دار پر لٹکائے گئے ہیں۔ اسے تاریخ کا بچہ بچہ جانتا ہے۔ اگر کوئی انکار کرتا ہے تو وہ معاند اور متکبر ہے۔ اس سلسلہ میں تمام اہل حدیثوں کی جہد ومساعی تو درکنار صرف علمائے اہل حدیث صادق پور کی قربانیوں کو ایک پلڑے میں رکھا جائے اور دوسری جماعت کی کاوشوں کو ایک دوسرے پلڑے میں رکھا جائے تو یقیناً علمائے صادق پور کی قربانیوں کا پلڑا بھاری ہوگا جیسا کہ ملک کے پہلے وزیر اعظم پنڈت جواہر لال نہرو نے حقیقت کا اعتراف کرتے ہوئے فرمایا ہے۔

اس کانفرنس کا پہلا اجلاس مورخہ ۲ر فروری ۲۰۱۹ء بروز سنیچر بوقت دو بجے دن منعقد ہوا جس کی صدارت مولانا سجاد حسین عالیاوی ناظم عمومی جمعیت اہل حدیث صوبہ مغربی بنگال نے کی۔ نظامت کے فرائض مولانا ظہیر احمد ندوی سلفی نائب امیر ضلعی جمعیت اہل حدیث مالدہ اور مولانا محمد اسرائیل عالیاوی ناظم ضلعی جمعیت اہل حدیث مالدہ نے مشترک طور پر انجام دیا۔ آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ بعدہ ناظمین جلسہ نے کانفرنس کے اغراض ومقاصد پر مفصل روشنی ڈالتے ہوئے اتفاق

واتحاد اورامن وشانتی پرزوردیا اورمرکزی جمعیت اہل حدیث ہند سے مخلصانہ اور مؤدبانہ التماس کیا کہ آئندہ ہر دوتین سالوں کے اندر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے بینر تلے ایک عالمی اور آل انڈیا کانفرنس منعقد ہونی چاہیے تاکہ عوام وخواص تمام لوگوں کا رشتہ جماعت سے مضبوط تر ہواوران کی دیرینہ خواہشوں کی تکمیل ہو سکے۔

اس کانفرنس میں مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے ناظم عمومی مولانا محمد ہارون صاحب سنابلی حفظہ اللہ وتولاہ بطور مہمان خصوصی شریک ہوکر کانفرنس کی کامیابی میں چار چاند لگایا اور سامعین کے قلوب واذہان کی وادیوں کو اپنے خطاب سے منور کیا۔ آپ نے اپنے ایک گھنٹہ کے خطاب میں مسلمانوں کی تعمیر وترقی ، ملک کی سالمیت اور مسلک سلف کی اہمیت وفضیلت پر پرجوش اور پرمغز انداز میں گفتگو کی اور دعوتی کاموں کو منظم کرنے اوراس کے ثمرات کے حصول کے لیے متحد ہوکر کام کرنے کی ترغیب دی۔اس کے بعد متعدد علماء کرام نے اپنے اپنے تاثرات سے سامعین کو محفوظ کیا، نیز قرب وجوار کے علماء اور عوام کا کثیر تعداد نے شریک ہوکر افتتاحی اجلاس کو کامیاب بنایا۔ یہ اجلاس رات دس بجے اختتام پذیر ہوا۔

دوسرے دن ۳ فروری ۲۰۱۹ء بروز اتوار کانفرنس کا دوسرا اجلاس (سیمینار) منعقد ہوا جس کا عنوان ''تحریک آزادی میں علمائے بنگال کا کردار'' تھا یہ پروگرام ۱۰ بجے صبح شروع ہوا جس کی صدارت حضرت مولانا مظاہرالحق عالیاوی حفظہ اللہ نے کی اور نظامت کے فرائض مولانا ظہیراحمدندوی سلفی نے انجام دیا۔

یہ سیمینار مقالہ نگاران کے ذریعہ لکھے ہوئے مقالات کی خواندگی کے لیے مختص تھا جس میں مختلف عناوین پر علمائے کرام نے پرمغز اور تحقیقی مقالہ پیش کیا۔ ان شاء اللہ ان مقالات کو زیور طبع سے آراستہ کرکے منظر عام پر لانے کی سعی کی جائے گی تاکہ علمائے بنگال کی تحریک آزادی اور وطن عزیز کے تئیں خدمات کو اجاگر کیا جاسکے۔

مقالہ نگاران کے اسمائے گرامی: مولانا عزیز عمر سلفی (دہلی)، مولانا شفیق احمد ندوی جامعہ عالیہ عربیہ مئو ناتھ بھنجن، مولانا عبدالمبین فیضی جامعہ محمدیہ کھیدوپورہ ،مئوناتھ بھنجن، مولانا نعیم اختر عالیاوی مئوناتھ بھنجن، ڈاکٹر محمد اسلم مبارک پوری استاذ جامعہ سلفیہ مرکزی دارالعلوم بنارس، عبیدالرحمٰن بخاری عالیہ یونیورسٹی کلکتہ، پروفیسر منیر الاسلام سلفی، مولانا لطف الحق مرشدآبادی، ماسٹر مفیض الدین احمد، ماسٹر عمر فاروق۔

کانفرنس کا تیسرا اوراختتامی اجلاس خطاب عام تھا۔ جس کے مقرر خصوصی حضرت مولانا محمد جرجیس انصاری اور مولانا ابوالکلام سلفی تھے۔سامعین کی کثرت سے پنڈال کھچا کھچ بھرا ہوا تھا مغرب کی نماز کے بعد واعظ خوش بیان حضرت مولانا محمد جرجیس صاحب اٹاوی کا خطاب ہوا۔ بعدہ مولانا ابوالکلام صاحب سلفی رونق افروز ہوئے اوراپنے خطاب سے سامعین کو محظوظ کیا۔مولانا ابوالکلام سلفی صاحب نے بھی جامع خطاب کیا۔ رات دس بجے تمام لوگوں کے شکریہ کے ساتھ جلسہ کے اختتام کا اعلان ہوا۔ (ظہیراحمد سلفی نائب ضلعی جمعیت اہل حدیث مالدہ، بنگال)

☆☆☆

نعتِ نبی مکرّم

حمدِ ربِّ دوعالم سدا کیجیے
مدحتِ ذاتِ خیرالوری کیجیے
نعت خوانی جو کرنی ہو اے مومنو!
وصفِ اعلیٰ محمد گنا کیجیے
رحمتوں کی جو سوغات مطلوب ہو
تو سلاموں کا تحفہ دیا کیجیے
دینِ ختم الرسل، سیدُ الانبیاء
علمِ خیرالبشر کو پڑھا کیجیے
سعادت ہے دارین کی گر طلب
اتباعِ نبیؐ الوریٰ کیجیے
گر نبی پر درود ایک بھیجے گا تو
دسیوں رحمت سے دامن بھرا کیجیے
رحمتِ انس و جاں احمدِ مجتبیٰ
ہر گھڑی اس پہ صلِ علیٰ کیجیے
جب ہو ذکرِ محمد کسی بزم میں
پھر درود اس نبی پر پڑھا کیجیے
سنتِ مصطفیٰ تھام کر تم چلو
راہِ بدعت سے ہر دم بچا کیجیے
آگِ دوزخ سے گر چاہتے ہو نجات
راہِ احمد پر پیہم چلا کیجیے
آبِ کوثر کی خواہش ہے اصغؔر اگر
ہر گھڑی طاعتِ مصطفیٰ کیجیے